REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۳۹ — شمارہ ۴۴

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: عبدالحق فضل

نائب: قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ۶۰ روپے
ششماہی ۳۰ روپے
ممالک غیر بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۵۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۱ ہجری — ۸ نبوت ۱۳۶۹ ہش — ۸ نومبر ۱۹۹۰ء

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔
احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

پیغام

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقعہ سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت۔ ۱۷، ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے انصار بھائیو! — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ مجلس انصار اللہ بھارت ۱۷ اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو سالانہ اجتماع منعقد کر رہی ہے۔
اس موقعہ پر میں آپ کو اس وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ آپ کو ابراہیمی سنت پر عمل کرتے ہوئے نہایت ہمدردانہ جذبہ کے ساتھ قوم کو بت پرستی سے نجات دلا کر توحید کی طرف بلانا چاہیئے۔ اور "الٰہٌ واحد" کی عبادت کی تلقین کرنی چاہیئے۔

اسی حوالہ سے تمام بنی نوع انسان کو بھائی بھائی بنانے کا درس دینا چاہیئے۔ تاکہ نفرتوں کی یہ دیوار جو قوموں اور مذاہب اور نسلوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے، منہدم ہو جائے۔ اور ہندوستانی ایک قوم کے طور پر اکٹھے ہوں۔

انسان کے اپنے دل میں بھی بت ہوتے ہیں۔ جو نفسانی خواہشات کی صورت میں اس کے آگے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان باطنی بتوں کو توڑنا بھی بہت ضروری ہے۔ آپ جب خالص موحد بن جائیں گے تو آپ کی توحید کی دعوت میں قوت پیدا ہوگی

یہ کام آسان نہیں ہے۔ لیکن بہت ضروری ہے۔ بھٹکی ہوئی روحوں کو پیار و محبت سے خالق و مالک خدا کی طرف جھکنے کی تلقین کرتے رہنا ہوگی۔ اس سلسلہ میں دعاؤں سے غافل نہ رہیں۔ بغیر دعا کے مومن کی کوئی کوشش بھی صحیح معنوں میں بارآور نہیں ہوگی۔
میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو بارآور کرے اور اس اجتماع کو ہر جہت سے کامیاب فرمائے۔ (آمین)

والسلام
خاکسار

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

REF: MAW 901/5 OCT 90

خصوصی درخواستِ دعا

ربوہ: ۹ اخاء (اکتوبر) حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی صحت کے بارے میں تازہ اطلاع یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرض میں مسلسل افاقہ ہو رہا ہے اور طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے۔
احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ خصوصی توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں کہ مولا کریم اپنا خاص فضل نازل فرمائے۔ حضرت سیدہ موصوفہ کو جلد تر کامل صحت یابی عطا کرے اور صحت و تندرستی والی طویل عمر عطا کرے۔ (بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ۔ ۱۰ اخاء (اکتوبر) سنہ ۱۹۹۰ء)

[illegible] سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

وہ شخص؟

جو غاصبانہ حکومت میں آگیا وہ شخص
جو دینِ حق کو تماشا بنا گیا وہ شخص

زکوٰۃ و عُشر کا چکّر چلا گیا وہ شخص
بڑے بڑوں کو بھکاری بنا گیا وہ شخص

غرور و کبر کا پیکر بنا گیا وہ شخص
ہر اِک کو راہِ انا پر چلا گیا وہ شخص

دِلوں کو مستِ مئے عیش کر گیا ظالم
تعیّشات کے نقشے جما گیا وہ شخص

منشّیات کے عادی بنے ہیں پیر و جواں
جو ساری قوم کو نشّہ پلا گیا وہ شخص

وہ سبز باغ دکھائے تھے جس نے مِلّت کو
جو اہلِ فہم کو اُلّو بنا گیا وہ شخص

وہ جس کے عہد میں انصاف پا سکا نہ کوئی
ہر اِک کو خون کے آنسو رُلا گیا وہ شخص

نہ بند باندھ سکا نفرتوں کے دریا پر
حسد کی آگ دِلوں میں لگا گیا وہ شخص

دِلوں میں جوت محبّت کی جو جگا نہ سکا
تعصّبات کا طوفاں اُٹھا گیا وہ شخص

تمام مُلک رہا ڈاکوؤں کے زیرِ نگیں،
جو اُن کو سِندھ کا حاکم بنا گیا وہ شخص

تحفّظ اپنی رعایا کا بھی جو کر نہ سکا
جو قتلِ عام کا منظر دِکھا گیا وہ شخص

ہزاروں طفل یتیمی سے ہم کنار ہوئے
سُہاگنوں کو جو بیوہ بنا گیا وہ شخص

ہر اِک طرف ہے سماں ظلم و بربریّت کا
جو خانہ جنگی میں سب کو پھنسا گیا وہ شخص

وہ جس کے دَور میں چوری تھی روز کا معمول
جو ڈاکوؤں میں خزانے لُٹا گیا وہ شخص

بنا مذاق جو اغوا، تو کھیل ڈاکہ زنی!
دِلوں سے خوفِ عقوبت اُٹھا گیا وہ شخص

کہیں ہیں سِندھی مُہاجر، کہیں ہیں پنجابی
ہر ایک کو رازِ تشخّص بتا گیا وہ شخص

"نہ بن سکے ہیں مُسلماں، نہ ہم رہے اِنساں"
ہمیں یہ مُژدہ بہ حسرت سُنا گیا وہ شخص

تمام قوم پُجاری بنی ہے دَولت کی!
خُدا کا خوف دِلوں سے مِٹا گیا وہ شخص

کبھی نہ بھول سکیں گے یہ داستانِ اَلم
پہاڑ ظُلم و سِتم کے جو ڈھا گیا وہ شخص

وہ جس نے سِندھ میں بازارِ قتل گرم کیا
جو نیک بندوں کو پھانسی چڑھا گیا وہ شخص

اذان دینے پر اُس نے لگائی پابندی
جو کلمہ لکھنے پہ قدغن لگا گیا وہ شخص

وہ جس کے اِذن سے ہوتی تھیں مسجدیں مسمار
جو معبدوں پہ بھی تالے لگا گیا وہ شخص

لگایا کُفر کا اِلزام کلمہ گویوں پر
جو مُہر کُفر کی خود پر لگا گیا وہ شخص

وہ جس نے کافر و مُرتد کہا مسلماں کو
جو خود کو موردِ لعنت بنا گیا وہ شخص

ہم اس سعادتِ عُظمیٰ سے ہو گئے محرُوم
جو راہِ حج میں بھی پہرے بِٹھا گیا وہ شخص

نہ باز آیا مظالم سے آخری دَم تک
جو بیکسوں کو ستائے چلا گیا وہ شخص

وہ جس کے حکم سے پھونکے گئے بہت سے مکاں
جو اپنی آگ میں خود کو جلا گیا وہ شخص

چڑھا جو نشّہ طاقت بنا امامِ زماں
خودی کو اپنی بڑھاتا چلا گیا وہ شخص

نہ جس کو شرمِ بشر تھی نہ جس کو خوفِ خُدا
جو ڈھونگ خدمتِ دیں کا رچا گیا وہ شخص

رہا نہ پیشِ نظر جس کے اُسوۂ ابرار
جو اہلِ حق کو نشانہ بنا گیا وہ شخص

امامِ وقت سمجھ بیٹھا خود کو جو بدبخت
خدا کا غیظ و غضب جس کو کھا گیا وہ شخص

خُدا نے کیسا لیا اِنتقام ظالم سے
جو اپنے ہاتھ سے خود کو مِٹا گیا وہ شخص

بچا سکا نہ اُسے اُس کا "من گھڑت اسلام"
خُدائی قہر کے پنجے میں آ گیا وہ شخص

خُدا کے حُکم سے جسم اُس کا ٹکڑے ٹکڑے ہُوا
جو خود کو منظرِ عبرت بنا گیا وہ شخص

بناءِ قوم کو کمزور کر دیا اُس نے
جو رُوس و ہند کو دُشمن بنا گیا وہ شخص

یہ جبر مُلک پہ قابض رہا جو گیارہ برس
جو خالی ہاتھ جہاں سے چلا گیا وہ شخص

عدوّئے دینِ محمدؐ تھا بالیقیں وہ سلیمؔ!
امامِ حق کے مقابل جو آ گیا وہ شخص

سلیم شاہجہانپوری ۔ از کیلیفورنیا (امریکہ)

خطبہ جمعۃ المبارک

لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا میں اس بات کی وضاحت ہے کہ وہ لوگ جو جرموں پر جرأت اختیار کرتے ہیں اور بیباک ہو جاتے ہیں ان کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ دل میں یقین کر بیٹھتے ہیں کہ قیامت محض ایک قصہ ہے

ان میں کوئی حقیقت نہیں اور ہم خدا کے حضور پیش نہیں ہوں گے اور کوئی نہیں ہے جو ہماری جواب طلبی کر سکے!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۵ اخاء (اکتوبر) ۱۳۶۹ ہش / ۱۹۹۰ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر P.S لندن کا قلمبند کردہ یہ
بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْھَا وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

(سورۃ الجاثیہ: آیات ۳۵ تا ۳۸)

اور پھر فرمایا کہ

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ الجاثیہ سے لی گئی ہیں۔ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم نے تم کو اسی طرح بھلا دیا ہے جیسے تم اس دن کو بھلا بیٹھے تھے جس دن تمہاری ملاقات مقدر تھی یعنی لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، آج کے دن کی ملاقات کو بھلا بیٹھے تھے۔ وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیات کو تم نے مذاق کا نشانہ بنایا اور ان سے تمسخر کیا۔ وَغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا۔ اور دنیا کی زندگی نے تمہیں ان باتوں کو نظر انداز کرنے میں مدد دی۔ "غرّ" کا مطلب ہے: دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ دنیا کی زندگی نے تمہیں ان باتوں سے غافل کر دیا۔ دھوکے میں مبتلا کر دیا اور تم ان باتوں کی اہمیت کو سمجھ نہیں سکے فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْھَا وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ۔ پس آج کے دن وہ اس عذاب سے نجات نہیں پائیں گے۔ لَا یُخْرَجُوْنَ کا مطلب ہے، نکالے نہیں جائیں گے۔ وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ اور ان کی کسی چوکھٹ تک رسائی نہیں ہوگی۔ پس یہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمین کا بھی رب ہے۔ تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اُسی کے لئے کبریاء ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور وہ عزیز اور حکیم ہے۔

ان آیات میں دردناک عذاب کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس میں سب سے پہلے تو یہ بات انسان کے ذہن کو متعجب کرتی ہے کہ کیوں بعض لوگوں کو کسی عذاب کی حالت میں چھوڑ کر بھلا دیا جائے گا۔ دنیا کی تاریخ میں تو ہمیں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں، بہت سے ایسے قلعوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جن کے نیچے زیر زمین ایسے قید خانے تھے جہاں بادشاہوں کی مخالفت کرنے والوں کو ایک دفعہ داخل کر کے بھلا دیا جاتا تھا اور پھر کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے میں بھی بعض ممالک کے جیل خانوں کے متعلق بعض اطلاعیں دینے والے ایسی ہی اطلاعیں دیتے ہیں کہ وہاں جب ایک دفعہ کسی کو پھینک دیا جائے تو پھر اس کی کوئی رسائی نہیں ہوتی اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ چند سال پہلے کچھ احمدیوں کو بعض ظالموں نے شکایت کر کے

سعودی عرب میں جیل میں

بھجوا دیا اور تقریباً دو مہینے وہ اسی حالت میں پڑے رہے۔ کسی نے ان سے پوچھا نہیں کہ کیا جرم تھا۔ نہ کوئی پیشی ہوئی۔ یہاں تک کہ جماعت کی کوششوں سے پھر بالآخر ان تک ہماری رسائی ہوئی اور ان کی داد رسی ہوئی تو اس زمانے میں بھی ایسے ظلم دیکھنے میں آتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے جو فرمایا کہ قیامت کے دن بعض مجرموں سے یہی سلوک کیا جائے گا تو یہ معاملہ تو دنیا کے معاملات سے کچھ الگ ہونا چاہیئے۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ طریق ظلم کا طریق ہوا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ظالم نہیں ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بھولنے کے مضمون کو بھولنے سے باندھا ہے فرمایا کہ ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسا کہ تم نے ہماری لقاء کو بھلا دیا۔ پس پہلی بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ناانصافی کا مضمون نہیں، ظلم کا مضمون نہیں بلکہ برابر کا بدلہ دیئے جانے کا مضمون ہے۔ لیکن یہی کافی نہیں ہے کیونکہ انسان جب خدا کو بھلا دیتا ہے تو اس کا بھلانا ایک عارضی حیثیت رکھتا ہے اور محض بھلانے کے نتیجے میں اتنی بڑی سزا کو تسلیم کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا جب تک اس کے نتیجے میں کچھ اور ایسے مکروہ افعال سرزد نہ ہوں جن کے علم کے بعد انسانی دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ شخص سخت سلوک کا سزاوار تھا۔

پس بھلانے کے نتیجے میں کچھ اور واقعات ہونے چاہئیں۔ کچھ ایسی باتیں رونما ہونی چاہئیں جن کے نتیجے میں انسانی فطرت مطمئن ہو کہ ہاں ایسا شخص زیادہ سزا کا مستحق ہے تو اسی مضمون کو خدا تعالیٰ پھر اگلی آیات میں کھولتا ہے۔ فرماتا ہے: ذٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ یہ صرف اس لئے نہیں کہ تم نے خدا کو بھلا دیا، اسے یاد نہیں کیا بلکہ اس حد تک بھلا دیا کہ

تم نے خدا تعالیٰ کے نشانات کو مذاق کا نشانہ بنایا

اور ان سے تمسخر کرنا شروع کر دیا۔ پس یہاں بھلانے سے مراد محض کسی دوست کو بھلا دینا نہیں یا کسی فوت شدہ کو بھلا دینا نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے بے خوف ہو جانا اور دل میں یہ یقین پیدا کر لینا کہ میں کبھی اس کے سامنے پیش نہیں کیا جاؤں گا۔

پس "لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا" میں اس بات کی وضاحت ہے کہ وہ لوگ جو جرموں پر جرأت اختیار کرتے ہیں اور بیباک ہو جاتے ہیں ان کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ دل میں یقین کر بیٹھتے ہیں کہ قیامت دیامت سب قصے ہیں، ان میں کوئی بھی حقیقت نہیں اور ہم خدا کے حضور پیش نہیں ہوں گے اور کوئی نہیں ہے جو ہماری جواب طلبی کر سکے۔ پس اس کے نتیجے میں دو باتیں، دو سلوک ان سے کئے جائیں گے اوّل یہ کہ چونکہ وہ یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ پیش نہیں کئے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں جرائم پر جرأت کرتے ہیں۔ اس لئے جب ان کو سزا دی جائیگی تو ان کی پیشی کسی کے سامنے نہیں ہوگی اور دادرسی کے لئے کوئی چوکھٹ نہیں پائیں گے۔

يُسْتَعْتَبُوْنَ کا مطلب ہے: کسی چوکھٹ تک رسائی پانا۔ تو فرمایا کہ وہ تو خود یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ کوئی ہے ہی نہیں اور کسی کے سامنے ہماری جواب طلبی نہیں ہوگی۔ اس لئے عدم کے سامنے ان کی دادرسی بھی نہیں ہو سکتی۔ اپیلیں تو وہاں ہوتی ہیں جہاں کوئی وجود ہو۔ پس ان سے ان کے اپنے اعتقادات کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔

دوسرے یہ کہ محض بھلا دینا کافی نہیں۔ بھلا دینے کے بعد بعض بداعمالیوں پر جرأت کرنا اور بیباکی اختیار کرنا یہ دراصل انسان کو سزاوار قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق دو باتیں بیان فرمائیں وہ تمسخر سے کام لینے لگے اور دنیا کی زندگی نے انہیں رستے سے بھٹکا دیا اور بے راہ رو کر دیا۔

یہ جو مضمون ہے اس کا روزمرہ کے گناہوں کے ساتھ ایک بڑا گہرا تعلق ہے۔ مغربی دنیا میں جب بھی ہم اسلام کا پیغام پہنچاتے ہیں، تو بسا اوقات میں نے دیکھا ہے کہ دلائل کے ساتھ ان کو قائل بھی کر لیا جائے۔ کہ اسلام ایک معقول مذہب ہے اور اس دنیا کے مسائل کا حل رکھتا ہے تب بھی وہ اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور دراصل عیسائیت کے مقابل پر اسلام کو کمتر جان کر اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ اپنی تہذیب سے چمٹے ہوئے ہیں اور اسلام کے مقابل پر اپنی تہذیب کو قربان نہیں کر سکتے۔ اس تہذیب نے ان کو بہت سی آزادیاں دے رکھی ہیں۔ ہر قسم کی لذت یابی کے سامان یہاں موجود ہیں اور ہر قسم کی لذت یابی کی اجازت موجود ہے پس

غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کا یہ مطلب ہے کہ آخرت کے اوپر اور جزاء سزا پر ایمان کا نہ ہونا لازماً انسان کو دنیا کی طرف جھکا دیتا ہے اور وہ دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے اور ان دونوں مضمونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ پس جب خدا کو بھلا کر اور یوم آخرت کو بھلا کر انسان دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ رہا ہو تو ناممکن ہے کہ وہ موت کے بعد کے متعلق ایک فرضی خیال کے اوپر اس چیز کو قربان کر دے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور وعدۂ فردا پر آج کی ان باتوں کو قربان کر دے جن کو وہ حقیقتیں سمجھ رہا ہے۔ کہتے ہیں ایک جھاڑی کے دو پرندوں سے، انگریزی کا محاورہ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ’ہاتھ کا ایک پرندہ بہتر ہے‘۔

پس اسی قسم کا مضمون ہے جو صرف مغرب ہی میں نہیں بلکہ مشرق میں بھی ذہنوں میں ابھرتا ہے خواہ الفاظ میں بیان کیا جائے یا نہ کیا جائے اور مختلف شعراء اسی مضمون کو خود تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے اکثر ادب میں آپ یہ مضمون پائیں گے کہ آئندہ کے وعدوں پر، حور و قصور کے وعدوں پر، کل کی شراب کے وعدوں پر آج کے حسیناؤں کو اور آج کی شراب کو کیوں قربان کریں۔ آج جو ہاتھ میں ہے وہ ٹھیک ہے۔ کل دیکھی جائے گی۔ چنانچہ الفاظ تو بہرحال مختلف ہوتے ہیں اور

شاعرانہ تخیّل

کے ساتھ باندھے جاتے ہیں لیکن بنیادی طور پر یہی مضمون ہے جو دنیا کے ہر ادب میں آپ کو ملے گا اور اسی مضمون کو قرآن کریم ایک ٹھوس حقیقت کے طور پر گناہوں کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ گناہ کا اور دنیا میں جھک جانے کا سب سے بڑا محرک یہ یقین ہے کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا اور یہ جو لقاء کے قصے ہیں یہ سب فرضی باتیں ہیں اور کہانیاں ہیں۔ چنانچہ دراصل ان آیات سے پہلے جو آیات ہیں وہ اسی مضمون کو بیان کر رہی تھیں۔ میں نے درمیان سے تلاوت شروع کی۔ اب میں پہلی آیات پڑھ کے سناتا ہوں تاکہ آپ کو ذہن نشین ہو جائے کہ کیا مضمون چل رہا تھا اور قرآن کریم ہمیں کیا سمجھانا چاہتا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ (سورة الجاثیہ: آیت 32)

پس وہ لوگ جنہوں نے انکار کر دیا۔ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔ کیا تمہارے سامنے ہماری آیات پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں یا ہماری طرف سے نشانات تمہارے سامنے پیش نہیں کئے جاتے تھے۔ فَاسْتَكْبَرْتُمْ پس تم نے تکبر سے کام لیا اور تم قوم مجرمین بن گئے۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ اور جب ان کے سامنے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا کا وعدہ حق ہے۔ یقیناً سچا ہے وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا اور قیامت کے متعلق کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ لازماً ہوگی اور لازماً تمہارا سوال و جواب ہوگا۔ قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ تم یہ جواب دیتے ہو کہ ہمیں نہیں پتہ کہ قیامت کیا چیز ہے اور ساعت کیا ہوگی۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ ہم تو ظنوں میں مبتلا ہیں۔ خیالات اور توہمات میں مبتلا ہیں۔ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ۔ اور ایک بات پختہ ہے کہ ہم ان باتوں پر یقین کرنے والے نہیں۔ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا پس ان کے لئے ان بداعمالیوں کا پھل ظاہر ہو گیا جن میں وہ مبتلا تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور ان کا اس چیز نے احاطہ کر لیا جس پر وہ مذاق کیا کرتے تھے۔

یہاں

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا

نے اس مضمون کو خوب اچھی طرح کھول دیا ہے کہ محض عقائد کی بناء پر کوئی شخص پکڑا نہیں جاتا بلکہ عقائد کے نتیجہ میں جو بداعمالیاں پیدا ہوتی ہیں ان کے نتیجے میں پکڑا جاتا ہے اور ہر عقیدے کے ساتھ کچھ بداعمالیوں کا تعلق ہوتا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو عقائد پر زور دیا ہے اور ایمانیات پر زور دیا ہے وہ محض ایک فرضی بات نہیں بلکہ ہر عقیدے کے ساتھ بعض اعمال کا گہرا تعلق ہوتا ہے اور ہر حقیقت کے انکار کے نتیجے میں بعض بدیاں لازماً پیدا ہوتی ہیں۔ پس آخرت پر یقین پر جو زور دیا جاتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اگر آخرت سے ایمان اٹھے تو دنیا کی طرف رجحان اسی نسبت سے بڑھتا چلا جاتا

اور اسی حد تک انسان گناہوں پر جرأت کرتا چلا جاتا ہے۔ پس وہ لوگ جو آخرت کو ظن کی باتیں سمجھنے لگتے ہیں وہ اس دنیا میں کسی قیمت پر بھی اپنی لذتوں سے کنارہ کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فرضی باتوں کے اوپر ہم آج کی لذتوں کو کیوں قربان کریں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں بداعمالیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں حق کو قبول کرنے سے محرومی پیدا ہوتی ہے۔ یہ دو باتیں ہیں جو قرآن کریم نے کھول کر بیان فرمائی ہیں۔ پس وہ قومیں جو اسلام سے دور ہیں جب آپ ان کو اسلام کا پیغام پہنچاتے ہیں تو آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان میں بھاری اکثریت خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی آخرت پر وہ یقین نہیں رکھتی جو آپ رکھتے ہیں یا آپ کو رکھنا چاہیئے اور اس کے نتیجے میں محض دلائل کافی نہیں ہیں اور ایسا طریق اختیار کرنا ضروری ہے یا ایسے دلائل دینا بھی ضروری ہے جن کے نتیجے میں آخروی زندگی پر ایمان بڑھے اور انسان کو اس بات کا احساس پیدا ہو کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ میری ضرور جواب طلبی ہوگی۔ یہ جواب طلبی کا جو فقدان ہے یہ دنیا میں کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قرآن کریم کے مضمون کی روشنی میں ہر قسم کی بداعمالیوں سے تعلق ہے۔ چنانچہ آجکل مغربی دنیا جس دور میں داخل ہو رہی ہے وہ صرف آخرت کی جواب طلبی کے انکار کا دور نہیں بلکہ دنیا کی جواب طلبی سے بھی انکار کا دور ہے اور انفرادی آزادی پر امریکہ میں اور یورپ میں جو زور دیا جا رہا ہے یہ اگلا قدم، یہ اگلا دور ہے جس میں وہ داخل ہو چکے ہیں۔

مذہب سے دوری کا پہلا دور (وہ) ہے جو آخرت میں جواب طلبی سے انکار کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں خدا سے تعلق رکھنے والی ساری ذمہ داریوں کو انسان اپنی گردن سے اُتار کے پھینک دیتا ہے اور ساتھ ہی بنی نوع انسان سے تعلق رکھنے والی ان ذمہ داریوں کو بھی انسان ترک کرنے لگتا ہے جن کا مذہب سے تعلق ہو اور مذہبی تعلیم سے تعلق ہو۔ یہ دور یورپ کی گزشتہ ایک دو صدیوں کا دور تھا ــــ صرف یورپ نہیں کہنا چاہیئے امریکہ بھی اس میں شامل ہے اور مغربی دنیا یا مغربی دنیا سے متأثر ساری قومیں اس میں شامل ہیں۔ ایک عرصے کے بعد آخرت کا سوال نہیں رہتا بلکہ جواب طلبی کا تصور قریب آ جاتا ہے اور انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ میں کیوں کسی کے سامنے جواب دہ ہوں۔ جب کوئی خدا نہیں ہے، کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے، میں خود ہوں جو اپنے سامنے جوابدہ ہوں اس لئے مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں معاشرے کی پابندیوں کا خیال کروں۔ تہذیب کی پابندیوں کا خیال کروں۔ اچھے بُرے کی پابندیوں کا خیال کروں۔ اس دور میں داخل ہو کر انسانی علوم بھی نئے نئے شاخسانے چھوڑنے لگتے ہیں اور بدی اور بُرائی کے درمیان کوئی تمیز باقی نہیں رہتی چنانچہ آجکل مغربی دنیا میں معاشرے سے متعلق اور اخلاقیات سے متعلق جو فلسفے پڑھائے جاتے ہیں ان میں اس بات پہ زور دیا جا رہا ہے کہ اچھے اور بُرے کے درمیان جو روایتی تمیزیں تھیں وہ مٹ چکی ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔ ہر شخص آزاد ہے۔ اگر ماں باپ بچے کو یہ سمجھا سمجھا کر بعض باتوں سے باز رکھیں کہ یہ باتیں بُری ہیں تو وہ دراصل بچے پر ظلم کرنے والے ہوں گے اور اس کی آزادیاں سلب کرنے والے ہوں گے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں جرمنی گیا تو وہاں سوالات میں ایک یہ بھی سوال اُٹھایا گیا کہ

آپ بچوں کی آزادیاں کیوں سلب کرتے ہیں؟

کیوں بچوں کو اپنی مرضی سے جو کچھ (وہ) چاہیں کرنے نہیں دیتے؟ اور جب میں نے اس کا جواب دیا اور سمجھانے کی کوشش کی تو غالباً مجلس میں سے ہی کسی نے بتایا کہ ہمارے سکول میں تو عام طور پر، سکول میں نہیں بلکہ سب سکولوں میں اُستاد بالعموم یہ کہنے لگے ہیں کہ یہ سب پُرانی باتیں ہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ ہر شخص آزاد ہے جو دل میں آتا ہے کرو اور اگر تم نے نہ کیا تو پھر تم نفسیاتی اُلجھنوں کا شکار ہو جاؤ گے اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اب جواب طلبی سے یہ انکار آخرت کی بات نہیں رہا۔ اِس دُنیا میں آگئی اور اس کے نتیجے میں پھر حکومت کے قوانین سے انکار کا رجحان بھی بڑھتا چلا جاتا ہے اور بے راہ روی جو ہے اس کی کوئی حد نہیں رہتی۔

پس قرآن کریم جو مضمون بیان کرتا ہے اس میں بہت ہی گہرائی ہوتی ہے اور انسانی فطرت سے اس کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ پس یہاں فرمایا کہ دنیا کی طرف تمہارا بڑھتا ہُوا رجحان تمہیں بے راہ رَو کر دے گا اور بھٹکا دے گا اور فرائض سے غافل کر دے گا اور آج مغربی دُنیا میں ہم یہی دَور دیکھ رہے ہیں۔

میں نے اِس سوال کرنے والے سے کہا

کہ یہ جو تم نے سوال اُٹھایا ہے اپنے اُستاد سے پوچھو کہ اس سوال کی آخری حد کونسی ہوگی۔ اگر ماں باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ بچوں کو بعض باتیں کرنے سے روکیں تو حکومت کو کیا حق ہے کہ وہ شہریوں کو بعض باتیں کرنے سے روکے۔ کسی معاشرے کو کیا حق ہے کہ کسی کو کوئی بات کرنے سے روکے اور ایک دفعہ یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ کسی کو کسی سے روکنے کا کوئی حق نہیں ورنہ وہ شخص جس کو روکا جاتا ہے بیچارہ نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا تو ہر قانون دنیا سے اُٹھ جائے گا اور کسی کو کوئی حق نہیں رہتا۔

ایک انسان کا دل چاہتا ہے کہ وہ چوری کرے۔ کیوں اُس کو چوری نہیں کرنے دیتے؟ بعض لوگوں کا دل چاہتا ہے کسی کے مُنہ پر تھپڑ ماریں کیوں نہیں مارنے دیتے؟ بعض دفعہ بغیر وجہ کے بھی دل چاہنے لگ جاتا ہے بعض بچوں کو عادت ہوتی ہے وہ برداشت نہیں کر سکتے کسی کمزور بچے کو دیکھیں تو جب تک اس کو مار نہ لیں، اُس کو دھکا نہ دیدیں اُس وقت تک ان کو مزا نہیں آتا۔ بچپن کی یہی عادت بعض بڑوں میں بھی ہو جاتی ہے۔ ان کے دماغ میں اچانک جنون اُٹھتا ہے کہ ہم کسی کو چھیڑیں، تنگ کریں، اس کے بغیر ان کو لطف نہیں آتا۔ اگر انسانی نفسیات کا یہ تقاضا ہے کہ جو خواہش ہو اس کو پُورا کر دینا چاہیئے اور روکنے کا کسی کو حق نہیں تو پھر صرف مذہب کا سوال باقی نہیں رہتا۔ دُنیا کے ہر معاملے میں اور تعلقات کے ہر دائرے میں یہی قانون نافذ ہوگا۔ اور اس کے نتیجے میں انسان ہر ذمہ داری سے کلیۃً آزاد ہو جائے گا۔ پس ذمہ داریوں سے آزادی کا رجحان ہے جو آج کی دنیا میں آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ رجحان دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ان کو آپ جب تبلیغ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ خوبیاں ہیں اور اسلام میں وہ خوبیاں ہیں تو آخر پر ان کی تان اکثر اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ عورت کو اسلام کیا آزادی دیتا ہے اور اس سوال پر پھر مرد اور عورتیں سب مشترک ہو جاتے ہیں، اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آپ جواب دیں اور ان کو عقلی طور پر مطمئن بھی کرائیں لیکن ان کی مسکراہٹ بتا رہی ہوتی ہے کہ تم جو چاہو کر لو ہم اس معاشرے کو چھوڑنے والے نہیں۔ عورتیں جو بَن ٹھن کر باہر نکلتی ہیں اور مَردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں ارادۃً یا غیر ارادی طور پر، اپنے رہن سہن کی طرز کی بناء پر میری مراد ہے وہ مَردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ان کو وہ سمجھتے ہیں کہ واپس تو اب کوئی نہیں دھکیل سکتا۔ نہ ہم ان عادتوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ پس یہ وہ مقام ہے جو انتہائی خطرناک مقام ہے۔ اس کا آغاز اسی کمزوری سے ہُوا ہے جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا کہ

آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ دُنیا ہی ہے۔

اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ اگر ہے تو شاید بھوت پریت قسم کی زندگی ہو۔ شاید روحوں کا دنیا میں بھٹکتے رہنا اور اپنے دنیا کے تعلقات کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کرنا اس زندگی کا مزاج ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں لیکن جواب طلبی کے نقطۂ نگاہ سے یہ لوگ آخروی زندگی کے قائل نہیں رہتے۔ آجکل مغربی دنیا میں ایک یہ بھی رجحان بڑھ رہا ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کے تذکرے کئے جائیں اور سائنسی لحاظ سے یا فلسفیانہ لحاظ سے یہ ثابت کیا جائے کہ مرنے کے بعد انسان کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہے گا۔ میں نے اس قسم کے لٹریچر کا مذہبی نقطۂ نگاہ سے بڑا گہرا مطالعہ کیا ہے اور میں اس مطالعہ کے بعد آپ کو وثوق سے بتاتا ہوں کہ ان کا مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین کرنا یا اس کی باتیں کرنے کا جو رجحان ہے اس کا جواب طلبی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کسی جدید لٹریچر میں یہ بات نہیں پائیں گے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح کسی شکل میں اس لئے زندہ رہے گی کہ وہ خدا کی طرف لوٹائی جائے۔ اور خدا اس سے جواب طلبی کرے۔ اس مضمون کا دور سے بھی کوئی ذکر ان کی کتابوں میں اور ان کی تحقیقات میں آپ کو نہیں ملے گا۔ ان کا مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور ایک خوش فہمی سے تعلق رکھتا ہے، ایک خام خیالی سے تعلق رکھتا ہے۔ مدت سے تو ان کو انکار نہیں ہے اور ہر انسان کا دل چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہوں اور زندگی کے انقطاع کے بعد ایک بے چینی لگ جاتی ہے۔ ہر انسان سمجھتا ہے کہ کیا یہی سب کچھ تھا۔ میں پیدا ہوا میرے تعلق والے دوست پیدا ہوئے۔ ہمارے بڑے پیدا ہوئے اور آگے گزر گئے اور بس یہ سلسلے ختم ہو گئے۔ یہ سوال ان کو بے چین کر دیتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح مرے ہوؤں سے تعلق جوڑ سکیں۔ اس خواہش کی بناء پر نہ کہ خدا سے تعلق جوڑنے کی خواہش کی بناء پر یہ ایک فرضی زندگی کا تصور باندھتے ہیں اور اسی کے اوپر مضامین لکھتے ہیں۔ چنانچہ مرنے کے بعد کی زندگی کا ان کا مضمون یہیں ختم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پرانے تعلق والے عزیز یا دوست جو مر گئے وہ کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہ کر ہم سے دوبارہ تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ اس مضمون کا قرآنی مضمون سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ خدا کی طرف لوٹائے جائیں گے اور دنیا سے ان کا تعلق ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يَرْجِعُونَ۔ کہ ہم نے کسی بستی پر حرام کر دیا ہے جس کے باشندے رہنے والے جب ایک دفعہ مر جائیں تو وہ ہرگز کبھی لوٹ کر دوبارہ وہاں نہیں آئیں گے۔ پس دیکھیں کہ بظاہر ایک ہی قسم کا مضمون ہے جس پر یہ بھی ایمان لا رہے ہیں اور اہل ایمان بھی، خدا تعالیٰ پر یقین کرنے والے بھی ایمان لاتے ہیں لیکن بنیادی طور پر ان کے محرکات بھی الگ ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا ہیں۔ ان کا مرنے کے بعد زندگی پہ ایمان اس زندگی پر ایمان کے نتیجے میں اور اس کی بڑھی ہوئی خواہش کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور مرنے والوں کو بھی دوبارہ اپنی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ اور مذہبی تصور میں دنیا سے تعلق کاٹ کر روحوں کو خدا کی طرف واپس بھجوایا جاتا ہے اور وہاں جا کر وہ جوابدہ ہوتے ہیں۔

پس یہ وہ مذہبی تصور ہے کہ تم مر گئے، خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہاں تمہارے سے جواب طلبی کی جائے گی۔ یہ بنیادی تصور ہے جو گناہوں کے قلع قمع کرنے کے لئے ضروری ہے اور اس تصور سے آپ جتنا دور ہوتے چلے جائیں گے اتنا ہی توہمات کا شکار ہوتے چلے جائیں گے اور اتنا ہی غیر ذمہ دار ہوتے چلے جائیں گے۔ آخر وہ مقام آتا ہے جب انسان جرائم پر بے دھڑک ہو کر جرأت اختیار کرتا ہے پھر نہ وہ خدا کو جواب طلبی کا حق دے سکتا ہے نہ انسان کو جواب طلبی کا حق دے سکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں۔ مروں گا یہیں ختم ہو جاؤں گا۔ زندگی میں جو کچھ میں کر سکتا ہوں میں کروں گا کوئی مجھے روکنے والا نہیں۔ اس دور میں جب دنیا داخل ہوتی ہے تو جرائم اس تیزی سے پرورش پاتے ہیں کہ پھر ان پر کوئی حکومتیں اختیار نہیں رکھتیں اور کسی طرح ان کو روک نہیں سکتیں۔ انگلستان میں ٹیلی ویژن پر آجکل اس قسم کی بہت بحثیں آتی ہیں کہ

جرائم بڑھ رہے ہیں ان کو کس طرح روکا جائے

پولیس قوانین میں کیا تبدیلیاں پیدا کی جائیں۔ کیا اختیار ان کو دیئے جائیں کیا اختیار نہ دیئے جائیں اور جب میں ان پروگراموں کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ قرآنی حکمتوں سے ہٹ کر جب دنیا کے حکمتوں والے بھی باتیں کرتے ہیں تو بالکل جاہلانہ باتیں ہوتی ہیں۔ جرائم کو قوانین نہیں روکا کرتے۔ کوئی دنیا کا قانون، کوئی دنیا کی پولیس جرائم کو روک نہیں سکتی۔ جرائم کو دبا سکتی ہے اور جرائم کو روکنے کے لئے صرف خدا تعالیٰ کا تصور اور اس سے تعلق کا تصور ہے جو حقیقت میں کام کر سکتا ہے۔ ایسا انسان جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور خدا سے ملاقات کا یقین رکھتا ہے اس کے اندھیرے بھی روشن ہو جاتے ہیں کیونکہ اسے چھپنے کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ وہ جہاں بھی جائے جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہو وہ آنکھوں کے نیچے رہتا ہے اور نظر کے سامنے رہتا ہے۔ یہی وہ ایک حقیقت ہے جو انسان کو گناہوں سے پاک کر سکتی ہے اس کے سوا اور کوئی طریق گناہوں سے پاک ہونے کا نہیں ہے۔

پس دنیا کی خرابیاں ہوں یا مذہبی امور سے تعلق رکھنے والے گناہ ہوں تمام جرائم کی جڑھ اس بات میں ہے کہ ہم خدا سے لقاء کے مضمون کو بھلا دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس سے پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ ظاہراً انکار کریں یا نہ کریں۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں مرنے کے بعد خدا سے ملنے کا تصور کمزور پڑتا چلا جاتا ہے اور یہ تصور جتنا کمزور پڑتا چلا جاتا ہے اتنا ہی انسان گناہوں پر دلیری اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ معاشرتی گناہ بھی جن کو ہم قانون شکنی کہتے ہیں وہ بھی زور مارنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ تمام سوسائٹی انارکی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پس

جماعت احمدیہ کو ان بنیادی حقیقتوں کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے

خواہ کوئی کتنی تلقین کرے سچائی کی، عبادتوں کی، نیکی اختیار کرنے کی، بنی نوع انسان سے ہمدردی کرنے کی، بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کی کیسی کیسی اچھی نصیحتیں کیوں نہ کرے جب تک سننے والے کو یہ یقین نہ ہو کہ میرا ایک خدا ہے اور مرنے کے بعد میں نے اس کے حضور پیش ہونا ہے اس وقت تک یہ نصیحتیں اثر نہیں دکھا سکتیں یا دکھاتی ہیں تو ایک عارضی سا اثر دکھاتی ہیں۔ پس اس بنیادی حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر اتنا زور دیا ہے اور مختلف رنگ میں اس پر روشنی ڈالی ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں کسی نے پڑھی ہوں تو اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ کبھی بھی اس بنیادی مضمون کو فراموش کر سکے۔ وہ نظم جو ہمیشہ شادیوں کے موقعہ پر پڑھی جاتی ہے اس کا ٹیپ کا مصرعہ یہی ہے نا کہ ع یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کہ اے خدا! اس دن کو مبارک کر اور ساتھ عرض کیا: سبحان من یرانی۔ پاک ہے وہ ذات جو مجھے ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے۔ پس جو شخص اس یقین کیساتھ زندہ ہے کہ ایک ذات اس کو ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے اس کی زندگی میں کوئی اندھیرا آ ہی نہیں سکتا۔ وہ روشنی کے وقت بھی روشنی میں رہتا ہے اور اندھیروں کے وقت بھی روشنی میں رہتا ہے اور یہ مضمون ایک جیسی شدت کیساتھ سب پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اندھیروں میں بھی نسبتیں ہوا کرتی ہیں۔ روشنی میں بھی نسبتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک اندھیرے سے انسان روشنی کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اگلی روشنی کے مقابل پر وہ پہلی روشنی اندھیرا دکھائی دینے لگتی ہے اس لئے یہ بہت لمبا سفر ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ خدا کے تصور کو زیادہ سے زیادہ تازہ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ لمحات میں خدا تعالیٰ کے وجود کا تصور باندھا جائے۔ یہی ایک طریق ہے جس سے انسان حقیقی معنوں میں گناہوں سے نجات پا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"افسوس کا مقام ہے کہ یہ دنیا چند روزہ ہے لیکن اس کیلئے وہ کوششیں کی جاتی ہیں کہ گویا کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں۔ انسان کیسا

غافل اور ناسمجھ ہے کہ علانیہ دیکھتا ہے کہ یہاں کسی کو ہمیشہ کے لئے قیام نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔ اگر یہ لوگ جو بڑے کہلاتے ہیں، اس طرف توجہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔ دنیا کی عجیب حالت ہو رہی ہے جو ایک درد مند دل کو گھبرا دیتی ہے۔ بعض لوگ تو کھلے طور پر طالب دنیا ہیں اور ان کی ساری کوششیں اور تگ و دو دنیا تک محدود ہے لیکن بعض لوگ ہیں تو اسی مردود دنیا کے طلبگار مگر وہ اس پر دین کی چادر ڈال لیتے ہیں۔ جب اس چادر کو اٹھایا جاوے تو وہی نجاست اور بدبو موجود ہے۔ یہ گروہ پہلے گروہ کی نسبت زیادہ خطرناک اور نقصان رساں ہے.....

(ملفوظات جلد نمبر ۶ صفحہ [illegible])

یہ پہلو جو ہے اس کو خاص طور پر پیش نظر رکھیں کہ محض دین کی چادر اوڑھ لینا کافی نہیں بلکہ حقیقت میں اس چادر کے اندر کی زندگی ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں رہتی ہے۔ پس جب تک ہم پوری کوشش کر کے چادر سے باہر کی زندگی کو چادر کے اندر کی زندگی کے مطابق نہ کریں اس وقت تک ہم مقام امن میں نہیں آ سکتے اور یہ بات کہنے کو آسان ہے لیکن بہت مشکل بات ہے۔ ایسی بات ہے جس پر ساری زندگی محنت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ خدا کے غیر معمولی فضل کے سوا کوئی انسان یقین کیساتھ یہ کہہ سکتا ہو کہ میری چادر سے باہر کی زندگی میری چادر کی اندر کی زندگی کے مطابق ہے۔ بسا اوقات بڑے سے بڑے بزرگ کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک وہ جیسا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چادر اوڑھے ہوئے کی حالت کہ باہر سے لوگ اس کے دین کو دیکھ سکتے ہیں، اس کے دل کی حالت سے بے خبر اور اس کے مخفی اعمال سے بے خبر رہتے ہیں اور ایک وہ حالت ہے جو وہ اندر بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ سب سے بڑی تکلیف اس بات کی ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی اندر کی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب انسان اس احساس سے بالکل غافل ہو جاتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس اس مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے میں تفصیل سے یہ بات آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ہم میں سے وہ جو سچا ایمان لانے والا ہے۔ اور واقعتہً ایمان لانے والا ہے۔ وہ یہ تو کہہ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو سوچ ہی نہیں سکتا کہ میں خدا کے سامنے پیش نہیں ہوں گا۔ ہر احمدی یہ یقین رکھتا ہے لیکن پیش ہونے سے پہلے اس دنیا میں

اگر اس کو یہ پتہ نہ ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے

تو اسی حد تک پیش ہونے کی ذمہ داریوں سے وہ غافل ہوتا چلا جائیگا اور اس یقین کے باوجود کہ میں نے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے انسان اپنے گناہوں کی حالت سے غافل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے گناہوں کو اندھیرے کی حالت میں کیا ہے اور گناہوں کے وقت کوئی اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ باشعور طور پر چاہے وہ نہ سمجھے لیکن غیر شعوری طور پر یہ یقینی بات ہے کہ گناہ کے وقت انسان خدا کی نظر سے غافل رہتا ہے۔ یہ حالت جب بڑھنی شروع ہو تو بالآخر ایسے انسان کو خود اپنی اندر کی حالتوں کا بھی علم نہیں رہتا اور انسان غفلتیں کرتا ہے لیکن محسوس نہیں کرتا کہ میں نے کیا کیا؟

یہ وہ چادر کے اندر ایک اور چادر ہے جس کے اندر وہ داخل ہو جاتا ہے اور اس حالت سے لوگوں کو نکالنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ تربیت کے دوران ہر قسم کے مزاج میں نے خاص طور پر یہ محسوس کیا ہے کہ وہ شخص جس نے صرف ایک ہی چادر اوڑھی ہوئی ہے اور بظاہر نیک ہونے کے باوجود وہ خدا کی نظر سے غافل بھی رہتا ہے اس کو اگر جھنجھوڑا جائے تو وہ سنبھل جاتا ہے اور بہت جلدی اس میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے لیکن وہ شخص جس کی اپنی نظر دھندلا جائے جو اپنے اعمال سے خود غافل ہو چکا ہو اس کو جھنجھوڑنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بدی میں مبتلا ہوتا ہے آپ اس کو کہتے ہیں تم کر رہے ہو تو وہ آگے سے جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایسی بات نہیں کرتا۔ آپ جھوٹے کو جھوٹا کہہ دیں وہ ایسے غصے سے آپ کو جواب دے گا کہ تم جھوٹے ہوگے تمہارے ماں باپ جھوٹے ہیں میں تو بالکل جھوٹ نہیں بولتا۔

تم ہوتے کون ہو مجھے جھوٹا کہنے والے

اور کبھی وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی ساری زندگی جھوٹ میں صرف ہوتی ہے۔ پس بہت سے ایسے گناہ ہیں جو خدا کی نظر تو درکنار خود اپنی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اس حالت کا نام ہے ظلمات کے اوپر ظلمات۔ یعنی ایک ظلمت نہیں ہے بلکہ کئی قسم کی ظلمتوں نے اندر [illegible] ہوا ہے۔ پس صرف ایک ظلمت یعنی پہلی ظلمت جو ہے وہ اتنی خطرناک نہیں مگر جب ظلمت کے بعد ظلمت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو رفتہ رفتہ انسان کو اس بات کا شعور ہی نہیں رہتا کہ میں کیا کر رہا ہوں، کیوں کر رہا ہوں۔ اس کی نظر سے تمام حقیقتیں اوجھل ہو جاتی ہیں۔ ایسے انسان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ ایک چوپائے کی طرح زندگی بسر کرتا ہے جو اوندھے منہ چلنے والا ہو۔ اس کا کوئی مرشد نہ ہو کوئی اس کو ہدایت نہ دے سکتا ہو۔

پس بنیادی عقیدہ وہی ہے

یعنی خدا سے مرنے کے بعد لقاء کا عقیدہ۔ اس کے آپ جتنے قریب جائیں گے اتنا آپ کو روشنی نصیب ہوگی۔ جتنا باشعور طور پر اس عقیدے سے چمٹیں گے اور اس کی پناہ میں آئیں گے اتنا ہی آپ ظلمات سے روشنیوں کی طرف سفر کرنے والے ہوں گے۔ جتنا اس عقیدے سے غفلت کی حالت میں یا باشعور طور پر پیچھے ہٹیں گے اتنا ہی گناہ دل میں مبتلا ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ اپنی حالت سے کلیتہً بے خبر ہو جائیں گے پس "نسی" کا مضمون یعنی بھلا دینے کا مضمون دراصل ان سب باتوں کو بھلا دینا ہے جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے لقاء یوم آخرہ کو بھلا دیا اس لئے میں سزا دیتا ہوں تو یہ کوئی ایسا ظالمانہ فیصلہ نہیں ہے جیسا کہ میں نے مثال دی کہ دنیا کے بادشاہ کسی کو جیل میں ڈال کے بھلا دیتے ہیں بلکہ اس کا بہت گہرا فی نفسیات سے تعلق ہے۔ انسان جب لقاء کے مضمون کو بھلاتا ہے تو رفتہ رفتہ اپنے آپ سے بھی غافل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو بھلا دے وہ کسی اور سے کیسے شکوہ کر سکتا ہے کہ مجھے تم نے بھلا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنی لقاء کی حقیقی معرفت عطا کرے اور ہم موت کو یاد رکھنے والے ہوں بھلانے والے نہ ہوں۔

موت دنیا کی سب سے زیادہ یقینی حقیقت ہے

لیکن سب سے زیادہ بھلائی جاتی ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو ہم سے پہلے گزر گئے اور پھر کبھی خوابوں کے سوا ان کی صورت نہیں دیکھی مگر اس کے باوجود انسان اس دنیا میں جیسا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے اس طرح رہتا ہے جیسے ہمیشہ یہیں رہے گا۔ اپنے مفادات کی خاطر اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر بے دھڑک آخرت کے مفادات کو قربان کرتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے عزیزوں سے ناراض ہوتا ہے

ان کی زندگی بھی تلخ کرتا ہے اپنی زندگی بھی تلخ کرتا ہے اور نہیں سوچتا کہ اس چند روزہ دنیا نے جب ختم ہونا ہے تو انسان کو یوں محسوس ہوگا جیسے میں کچھ رہا ہی نہیں۔ چند گھڑیاں رہا ہوں اس وقت یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ تھوڑی دیر کی خاطر میں نے ساری زندگی برباد کر لی اور انسان یہ ارادہ کرتا ہے کہ میں واپس جاؤں تو پھر میں یہ یہ کام کروں۔ یہ سب جھوٹے قصے ہیں۔ آج اگر آپ کو موت کا احساس نہ ہوا تو آپ کی یہ زندگی سنور نہیں سکتی۔ موت کے وقت کا احساس گزشتہ زندگی کو سنوار نہیں سکتا یہ دو اہم حقیقتیں ہیں ان کو اگر آپ نے بھلا دیا تو کچھ بھی حاصل نہیں رہے گا۔ اگر ان کو آپ اچھی طرح ذہن نشین رکھیں اور پکڑے رکھیں تو آپ کی انفرادی اصلاح کے لئے بھی یہ عظیم الشان کام سر انجام دیں گی اور قومی اصلاح کے لئے بھی یہ دو باتیں یعنی جماعت کی زندگی کے لئے اور اس کی بقاء کے لئے بہت عظیم الشان کام سر انجام دینے والی ہوں گی۔ بزرگوں نے جو قبروں کی زیارت کا لکھا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قبروں سے وہ کچھ مانگنے جاتے ہیں۔ تمام انبیاء قبروں کی

زیارت کرنے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ماموریت سے پہلے بھی بزرگوں کی قبروں پر جایا کرتے تھے اور ویسے بھی قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔ یاد رکھیں کہ اس میں ہرگز نعوذ باللہ من ذالک مردہ پرستی کا تصور داخل نہیں جن بزرگوں کی میں بات کر رہا ہوں وہ مُردہ پرستی سے تو اس طرح کراہت کرتے تھے۔ جیسے ایک نفیس طبیعت کا انسان ظاہری گندگی سے کراہت کرتا ہے اُس کے باوجود قبروں کے پاس جانا یا قبرستانوں میں جاکر اُن کا خدا کی یاد میں غافل ہونا دراصل موت یاد کرانے کی خاطر ہوا کرتا تھا۔ آج کل کے زمانے میں بھی لوگ

پاکستان میں اور بعض دوسرے ممالک میں

قبروں کی زیارت کرتے ہیں بلکہ بالکل الٹ مقصد کے لئے۔ بزرگ قبروں پر اس لئے جاتے ہیں کہ موت یاد آئے اور یقین کریں کہ یہ سب لوگ مر چکے ہیں اور جو مُردہ دل لوگ ہوں وہ قبروں پر اس لئے جاتے ہیں کہ یہ بھی نہیں مرے جو بظاہر مرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی زندہ ہیں اور اُن سے مانگا جا سکتا ہے۔ ان سے مرادیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ پس ظاہری طور پر دیکھیں زیارت ایک ہی جنس کی ہے لیکن نتائج کتنے مختلف ہیں۔ ایک زیارت موت کو بھلا دینے والی زیارت ہے یعنی جو مرے ہوئے ہیں ان کو بھی زندہ سمجھ رہے ہیں اور ایک زیارت ہے جو زندوں کو بھی موت کا خوف دلاتی ہے۔ پس جواب طلبی کی خاطر موت کو یاد رکھنا یہ ہر قسم کے انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے اور صرف مذہبی معاشرہ نہیں بلکہ غیر مذہبی معاشرہ بھی اگر لقاء کا قائل ہو جائے تو مذاہب کے اختلاف کے باوجود انسان کے اخلاق پر اس لقاء کا بہت ہی گہرا اثر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

جماعت احمدیہ کی اصلاح میں

لقاء باری تعالیٰ کا عقیدہ غیر معمولی اثر دکھانے لگے۔ اسی کی دُعا کا خیال مجھے اس لئے آیا ہے کہ بسا اوقات میں نے دیکھا ہے کہ نصیحتیں کی جاتی ہیں، مسلسل کی جاتی ہیں مگر اثر نہیں ہوتا۔ پھر میں اپنے طور پر غور کرتا ہوں۔ وجوہات تلاش کرتا ہوں۔ کیا وجہ ہوئی کہ بعض بدیاں جماعت سے دور نہیں ہو رہیں بعض معاشرتی خرابیاں ہیں جو مٹنے میں نہیں آ رہیں۔ کیا میرے بیان میں کوئی کمزوری رہ گئی یا کوئی ایسی باتیں ہیں جن تک نظر نہیں پہنچ سکی تو ان کی تلاش میں میری نظر اس بات پر آکر ٹھہری کہ حقیقت میں ان تمام بدیوں کا لقائے یوم آخر سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس لئے جماعت میں لقاء کے مضمون کا بار بار ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام پر فائز کرے جہاں ہم اس کو دیکھ رہے ہوں اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہو ۞

درخواست دُعا

برادرم مکرم حمید احمد غوری صاحب آف حیدرآباد نے نیا کام شروع کیا ہے صحیح رنگ میں اس کو چلانے اور بابرکت ہونے کے لئے احباب جماعت سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اعانت بدر میں ۲۰/- روپے ادا کئے ہیں۔

خاکسار محمد انعام غوری قادیان

"ہمارا قومی اور سیاسی نام مسلمان ہے۔ اس لئے براہ مہربانی کفر کے فتووں کی بات چھوڑ دو۔"

(روزنامہ پرتاپ جالندھر یکم نومبر ۱۹۹۰ء)

بدر کی توسیع اشاعت آپ کا فرض ہے (مینیجر بدر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا
تازہ ارشاد

۱۹۹۰ء کے جلسہ سالانہ U.K کی آخری اجتماعی دُعا سے قبل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وہ اسیران راہ مولیٰ یاد دلاتا ہوں جو آپ کو بھی نہیں بھولتے اور مجھے بھی نہیں بھولتے لیکن ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ ان کی یادوں کو زندہ کرنا اور زندہ رکھنا ضروری ہے۔

شہداء کو خدا تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء قوموں کی زندگی کے ضامن ہوا کرتے ہیں۔ جو قومیں اپنی زندگی کو بھول جائیں وہ کیسے زندہ رہ سکتی ہیں۔

پس شہداء احمدیت بھی زندہ ہیں اور اسیران راہ مولیٰ بھی آزاد ہیں جنہوں نے اپنی آزادیاں ترک کر دیں۔ خدا کی رضا کی خاطر حقیقت میں وہی آزاد ہیں اور وہ جو خدا کی رضا کو چھوڑ کر مزے لوٹ رہے ہیں وہ حقیقت میں غلام و قیدی ہیں۔

پس ان آزاد روحوں کو یاد رکھو جو قید کی آزاد روحیں ہیں۔ اپنے شہید زندوں کو بھی یاد رکھو۔ اپنی دعاؤں میں ان کو آج بھی یاد رکھو کل بھی یاد رکھو جہاں تک بس چلتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کو جاری رکھو۔ خدا تعالیٰ ان کی تکلیفوں کو دور کرے اور ہمارے دُکھ ٹال دے۔

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں مندرجہ ذیل اسیران راہ مولیٰ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں جو گذشتہ ۶ سال سے جیلوں میں ہیں۔

۱- محمد الیاس منیر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ساہیوال (۲)- رانا نعیم الدین صاحب (۳)- ملک محمد دین صاحب (۴) رفیق حاذق صاحب (۵) نثار احمد صاحب (۶) عبدالقدیر صاحب ساہیوال (۷) پروفیسر ناصر احمد صاحب سکھر (۸) رفیع احمد صاحب سکھر انہی میں سے نمبر ۱، ۲ اور ۸ کو سزائے موت جنرل ضیا نے دی تھی جو دسمبر ۱۹۸۸ء میں عمر قید میں بدل دی گئی تھی۔

(خاکسار: محمد اسماعیل منیر سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ)

منقولات

ہم سب پاکستانی کافر ہیں پاکستان کے ایک اعلیٰ فوجی افسر کا اعتراف

لاہور - ۳۱ اکتوبر - لاہور - راولپنڈی - ملتان اور کراچی سے بیک وقت شائع ہونے والے اُردو روزنامہ نوائے وقت میں محمد ایوب خان لیفٹیننٹ کرنل ۲۹۴ - توسیع کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں میرے نزدیک ہم سب پچھلے ۴۳ سال سے کافر ہیں۔ انکا مفصل مراسلہ درج ذیل ہے:-

"میری ابتدائی عمر پچپن میں کفر کے فتوے کا بہت رواج تھا۔ حتیٰ کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہا گیا۔ پھر یہ رواج کم ہو گیا۔ اسلام کے بڑے دعویداروں کا نام اسلام پسند اور بنیاد پرست رکھ دیا گیا۔ اور دوسروں کو مسلمان رہنے دیا گیا۔ اب بے نظیر کی ایک بات پر کفر کی گردان پھر شروع ہو گئی ہے۔ جو اس لئے غلط ہے کہ اس کے پیچھے سیاسی خود غرضی ہے۔ اور مولوی کا اسلام پر حال تو ہے لہٰذا میں اس پر چند الفاظ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں ان مسلمانوں سے جن کے پاس حکومت رہی ہے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے ۴۳ سال تک اسلام نافذ کیوں نہیں کیا؟ اسلامی قانون فقہ کی شکل میں بارہ سو سال سے موجود تھا اور مولویوں نے انگریز کے بنائے ہوئے ایکٹوں کو منسوخ کر کے کسی ایک نقطہ کا مطالبہ کیوں نہیں کیا۔ جنرل ایوب اور ذوالفقار علی بھٹو نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ اسلام کیا ہے؟ ہم اسے نافذ کئے دیتے ہیں تم نے کیوں نہیں بتایا؟ میں جنرل ضیاء الحق کی روح سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس قصاص اور دیت کا قانون ۱۹۸۰ء میں پیش کیا گیا آپ نے کیوں نافذ نہیں کیا حالانکہ اس میں سخت سزا کے برعکس رعایت تھی اور آپ نے حدود آرڈیننس کو اس طرح نافذ کیا کہ کسی کو سزا نہیں ہوئی اور مجرم چھوٹ گئے۔ یہ کیسا قانون تھا؟ آخر میں میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن نے ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور اس میں عدلیہ انتظامیہ اور پرائیویٹ ادارے سب شامل ہیں قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ منہ سے کہو کہ ہم اللہ کا حکم مانتے ہیں اور عمل بے شک نہ کرو تو تم مسلمان رہو گے میرے نزدیک ہم سب پچھلے ۴۳ سال سے کافر ہیں صرف ۴۳

تعزیت و عیادت

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ اخاء (اکتوبر ۱۹۹۰ء) کے آخر میں صاحبزادہ ڈاکٹر حضرت مرزا منور احمد صاحب مرحوم کی تعزیت کے سلسلہ میں دنیا بھر سے موصول ہونے والے خطوط اور حضور انور کے حرم محترمہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی علالت پر بکثرت موصول ہونے والے خطوط عیادت پر حضور انور نے جو احباب جماعت کی دلجوئی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے۔ یہ خطبہ انشاء اللہ تعالیٰ بدر کی آئندہ اشاعت میں طبع ہو جائے گا ——— (ایڈیٹر)

فرمایا:۔

میں دو باتوں میں مختصراً تمام احباب جماعت عالمگیر کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ فیض کا مضمون چل رہا ہے جو خدا سے فیض یافتہ ہوں وہ پھر تمام بنی نوع انسان کو فیض پہنچاتے ہیں۔ بھائی منور جو میرے بزرگ بڑے بھائی تھے ان کی وفات کے بعد اس کثرت سے تمام دنیا سے احمدیوں کے تعزیت کے بہت ہی درد میں ڈوبے ہوئے، اخلاص سے روشن خطوط ملے ہیں کہ ان کے اوپر اظہار تشکر کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لیکن اس کثرت سے آرہے ہیں کہ یہاں کے موجودہ سٹاف کی رو سے یہ بھی ممکن نہیں کہ جیسا کہ میری خواہش تھی کہ ہر ایک کو اس کے مضمون کے مطابق شکریے کا جواب دوں بلکہ اب تو تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہ باقاعدہ ایک تحریر چھپوا کر بھجوانا بھی ممکن یا ممکن تو ہوگا لیکن بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ خطبے کے آخر پر ایسے تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان کا دِل یہ ضرور چاہتا ہوگا کہ میں ان کی تحریر پڑھوں اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے جذبات کا مطالعہ کروں یعنی تحریر کی روشنی میں تو میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہر شخص کی تحریر کے اندر جو باریک لطافتیں چھپی ہوئی تھیں۔ جو خاص اُن کے تجربات تھے۔ مرحوم بھائی کے ساتھ ان کی جو واقفیتیں یا اُن کے فیض کا ذکر ہے، وہ ساری باتیں میں نے جذب کیں اور ہر شخص کا اس کی حیثیت اور توفیق کے مطابق شکر گزار ہوا اور اسی کے خط کے مضمون کے مطابق اس کے لئے دُعا گو ہوا۔ پس میرے اسی شکریے کو کافی سمجھا جائے اور اس خطبے کے ذریعے میں تمام احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرا پہلو میری اہلیہ کی اچانک بیماری کا ہے۔ ان کو دل کا دورہ ہوا لیکن چونکہ ذیابیطس بھی تھی۔ اور بیماری کی شکل میں کچھ اور ایسے اُلجھاؤ تھے کہ جس کی وجہ سے طبیب کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ پہچان سکے کہ یہ دل کا دورہ ہے۔ اور اچھے سے اچھا طبیب بھی اس معاملے میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دل کا بے حد شدید حملہ تھا جس سے عموماً انسان جانبر نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور چار پانچ دن اسی حالت میں کہ پتہ بھی نہیں کہ دل کی تکلیف ہے وہ پھرتی بھی رہیں، سفر کی میری تیاری بھی کرواتی رہیں اور شدید تکلیف میں رہیں لیکن نہ احساس ہونے دیا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ پوری طرح بتایا۔ جب آخر پتہ چلا تو ڈاکٹر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو ناممکن نظر آتا ہے کہ دل کے اتنے شدید حملے کا مریض بچ جائے اور پھر مسلسل سیڑھیاں چڑھ رہا ہے، اُتر رہا ہے، کپڑے PACK کر رہا ہے، سفر کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ تو ناقابل یقین بات ہے لیکن اس کو یہ نہیں پتہ کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دُعا گو جماعت ہے اور ان کی بیماری کی خبر کے بعد جو دُعائیں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب تھا وہ دُعاؤں سے پہلے بھی بعض دفعہ قبول فرما لیتا ہے اور اس کثرت سے احباب جماعت کے خطوط ملے ہیں اور درد سے اس قدر بلکہ ساری دنیا میں احباب نے دُعائیں کی ہیں کہ یہ ناممکن تھا کہ اُن کا فیض نہ پہنچتا۔

پس یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو خدا سے براہِ راست نور یافتہ ہوں، خدا سے براہِ راست فیض یافتہ ہوں۔ وہ بھی سورج بن کر اُبھرتے ہیں اور تمام عالم میں ان کا فیض پہنچتا ہے۔ اس لئے اگر فجی ہو یا امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا پاکستان یا ہندوستان، کہیں بھی کوئی احمدی ہے اس کی دردناک دُعاؤں کا فیض میں نے خود دیکھا ہے کہ ہم تک پہنچتا رہا۔ اور آخری شکل یہ ہے کہ جن ماہرین نے دیکھا ان میں سے ایک نے ہمارے ایک احمدی ماہر قلب کو فون پر بات کرتے ہوئے امریکہ کہا کہ میں خلاصۃً صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ معجزہ ہے۔ اس کے سوا ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا کیونکہ جس بیماری میں بظاہر مرنا یقینی تھا اس بیماری سے نہ صرف شفا ملی بلکہ اس کے بعد مسلسل اس بیماری کو چیلنج کیا گیا کہ آؤ مار کے دکھاؤ۔ اور پھر بھی بیماری کو مارنے کی توفیق نہیں ملی۔ اور پھر شفاء اس نوعیت کی ہوئی کہ ماہر قلب نے خود مجھے بتایا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہوا ہے۔ کوئی بیماری کا بد اثر جو دل کے ساتھ زندگی بھر چمٹ جایا کرتا ہے وہ ان کی صورت میں نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر احتیاط کی جائے، ابھی تو وقت لگے گا، تین مہینے ابھی اس زخم کو مندمل ہونے میں لگیں گے جو کافی بڑے حصے پر واقع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احتیاط تو لازماً ہے۔ لیکن اب تک جو صورتِ حال ابھری ہے وہ یہی ہے کہ اس کی اُن پیچیدگیوں سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے جو بالعموم ایسے مریضوں کو لاحق ہو جایا کرتی ہیں۔

اس ضمن میں ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ بھی سُنا دوں اور اس سے انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ضروری نہیں کہ الہام ہو لیکن ایسے واقعات ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغام بن جاتے ہیں اور انسان ان کو پیغام کے طور پر سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کی پہچان کے بھی واضح نشانات ہوا کرتے ہیں۔ جس وقت ان کی بیماری نے شدت اختیار کی اور ڈاکٹر نے بالآخر ہمیں بتایا کہ دِل کا شدید حملہ ہے اور COMPLETE HEART FAILURE. میں جا چکی ہیں اس وقت دُعا کے بعد میں لیٹا تو میں نے ٹیلی ویژن خبروں کے لئے آن کیا لیکن عجیب بات ہے کہ اس چینل پر خبروں کی بجائے پنجابی کی ایک قوالی یہاں انگلستان میں آرہی تھی اور وہ قوالی یہ تھی (مجھے لفظ تو پورے یاد نہیں) کہ

مع جنہوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی۔

جس کو سائیں نے رکھنے کا فیصلہ کیا اس کو مار کوئی نہیں سکتا اور قوالوں کی طرح وہ اسی مصرعے پر اڑا ہوا تھا۔ یہی کہے جا رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ میری دُعا کا جواب دے رہا ہے کہ یہ مریض وہ ہے جس کو مارنے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ نہیں مارنے دینا۔ اس لئے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ جو مرضی کر لو خدا نے اس مریض کو نہیں مرنے دینا۔

اب یہ دل کا ایک تأثر ہو سکتا تھا لیکن اسی شام جب میں ہسپتال بیوی سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ عجیب بات بتائی۔ کہتے ہیں کہ اس ہسپتال میں تو نہ کوئی گانے، نہ شور، نہ ٹیلی ویژن۔ وہاں کی INTENSIVE CARE ہے، آواز بھی باہر سے نہیں آتی جس وقت میرا E.C.G. ہو رہا تھا اس وقت اچانک کہیں سے ایک ٹیلی ویژن یا ریڈیو آن ہوا ہوگا تو یہ آواز بار بار پنجابی گانے کی آرہی تھی کہ

مع جنہوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی

اب ہسپتال میں کتنا بار بار گیا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ بھی نہ ریڈیو کی آواز سُنی نہ ٹیلی ویژن کی آواز سنی اور INTENSIVE CARE میں ویسے بھی آوازیں نہیں پہنچا کرتیں لیکن خدا نے یہ جتانا تھا کہ یہ بھی الہام کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ دُنیا کی آوازوں کے ذریعہ

جو کہ عام قانون میں جاری ہیں ایک پیغام پہنچا دیتا ہے اور اسے تقویت دینے کی خاطر اس اعجازی رنگ میں اس کو دہراتا ہے کہ انسان کے لئے شک کی گنجائش نہ رہے اور پھر شفاء کے بعد کے جو واقعات ہیں وہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ثابت کرتے ہیں کہ یہی خدا کا فیصلہ تھا۔ الحمد للہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ اصل تو یہ کہنا چاہیئے کہ صرف خدا کا فیض ہے لیکن اس فیض کو بندوں میں دوہرا لطف پیدا کرنے کی خاطر وہ دُعاؤں کے ساتھ ملا دیا کرتا ہے۔ تاکہ بندوں کو یہ بھی لطف آئے کہ ہمارا بھی ہاتھ لگا ہوا ہے۔ پس ان معنوں میں مَیں دُعاؤں کا ممنون ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کرنے والے احباب جماعت کا ہاتھ بھی لگوا دیا ورنہ اصل میں تو ہر فیض اسی سے جاری ہوتا ہے اور اسی کے فیصلے کے مطابق جاری ہوتا ہے۔ بہر حال تمام احباب جماعت کا مَیں دِل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ جتنے بھی خط ملتے ہیں مَیں خود بھی بڑے غور سے پڑھتا ہوں اور پھر بی بی کو بھی پہنچا دیتا ہوں وہ بھی پڑھتی ہیں اور ہر ایک کا پیغام ان تک براہِ راست بھی پہنچ رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

منقولات

پاکستان کی ایک معزز خاتون کا بیان

چیف آف آرمی سٹاف جنرل جناب مرزا اسلم بیگ کی اہلیہ محترمہ کا ایک انٹرویو روزنامہ "جنگ" لاہور (۲۸ ستمبر ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا ہے جس میں محترمہ نے ہمارے ملک میں رائج کئی مذہبی رسومات کو بھی ہدفِ تنقید بنایا ہے اور انہیں بجا طور پر غلط قرار دیا ہے۔

محترمہ نے ایک تو ہمارے عمومی اخلاق و کردار کو دیکھتے ہوئے یہ کہا ہے کہ :-

"ہم مسلمان تو رہے نہیں، منافق ہو گئے ہیں، نام ہر وقت اسلام کا لیتے ہیں لیکن کوئی فعل اسلام کے مطابق نہیں۔"

محترمہ کا یہ تبصرہ بالکل صحیح ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ من حیث المجموع اس وقت پوری پاکستانی قوم منافقت اور دوعملی میں مبتلا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں غضب الٰہی کا سبب بتلایا گیا ہے۔ (الصف) "اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی ناراضگی والی بات ہے کہ تم جو کہو عمل اس کے برعکس کرو۔"

محترمہ نے یہ بھی صحیح فرمایا کہ :-

"مسلمان ہونا بڑی چیز ہے۔ سندھی، پنجابی یا پٹھان ہونا کوئی چیز نہیں۔"

کاش ہم پاکستانی مسلمان اس قول کو بھی آویزۂ گوش بنا لیتے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹنے سے گریز کرتے۔ اسی طرح محترمہ نے خود ساختہ مذہبی رسومات کے بارے میں بھی یہ فرمایا اور بجا طور پر صحیح فرمایا کہ :-

"ہمارے ہاں لوگوں نے مذہب کو کاروبار بنا لیا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ خدا سے مانگنے کے لئے کسی وسیلے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سے جو مانگیں ڈائریکٹ مانگیں۔ لیکن ہم لوگ اسلام کے منع کرنے کے باوجود مزاروں پر جاتے ہیں اور چادریں چڑھاتے ہیں۔"

انہوں نے کہا کہ :-

"حضرت داتا صاحب کے مزار پر جو کچھ ہوتا ہے اس سے داتا صاحب کی روح تڑپتی ہوگی کیونکہ یہ سب شرک ہے۔ انہیں لاکھوں روپیہ کا چادریں مزاروں پر چڑھانے کی بجائے ننگے بدن لوگوں کو ڈھانپنا چاہیئے۔ لاکھوں روپیہ کے جس عرق گلاب کو مزار دھونے پر ضائع کر دیتے ہیں وہ رقم انہیں غریبوں میں بانٹنی چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔"

محترمہ کی یہ باتیں کئی لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

اولاً اس اعتبار سے کہ ایک نہایت اونچے منصب دار کی اہلیہ ہوتے ہوئے انہوں نے کسی رو رعایت کے بغیر صاف اور کھری باتیں کی ہیں۔ ورنہ منصب جلیلہ پر فائز لوگ بالعموم مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور خوفِ خلق سے سچی باتیں کہنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ اعزاز پہلی مرتبہ محترمہ کو حاصل ہوا کہ انہوں نے اپنے دِل کی باتیں لگی لپٹی رکھے بغیر دو ٹوک اور واضح الفاظ میں کہی ہیں۔

ثانیاً "مزارات" کے بارے میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے اصحاب جبّہ و دستار اور مسند نشینانِ علم و فتویٰ سے زیادہ توحید کا صحیح شعور رکھتی ہیں۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۵ر اکتوبر ۱۹۹۰)

(بحوالہ روزنامہ الفضل ۱۱ر اکتوبر ۹۰ء)

وقفِ جدید کے دو اہم مطالبات

وقفِ جدید کی عظیم الشان تحریک سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۵۸ء میں جاری فرمائی تھی۔ اس تحریک کی افادیت اس امر سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید کے معلمین برصغیر ہند و پاک کے سینکڑوں دیہات میں تبلیغ و تربیت کے فرائض عمدگی سے ادا کر رہے ہیں اور انکی شبانہ روز مخلصانہ مساعی کے نتیجہ میں ہزارہا سعید روحوں کو آغوشِ احمدیت میں آنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ جن کی تعلیم و تربیت کا فریضہ بھی معلمین وقفِ جدید ہی انجام دے رہے ہیں۔

یہ بابرکت تحریک چونکہ القاء الٰہی کے تحت جاری ہوئی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ہاتھ شروع سے ہی اسکی پشت پر کارفرما دکھائی دیتا ہے۔ اس تحریک کے دو حصے ہیں ایک وقف اور دوسرا چندہ۔ چندہ کے متعلق سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :-

"یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے۔ اسلئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ ... خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دیگا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں اور میری مدد کیلئے فرشتے آسمان سے اُتارے گا۔" (الفضل ۷ر جنوری ۱۹۵۸ء) - نیز فرمایا کہ :-

"مَیں نے ابتداء میں ہی دوستوں کو نصیحت کی تھی کہ انہیں وقفِ جدید کا سالانہ بجٹ ۱۲ لاکھ تک پہنچانا چاہیئے۔ تاکہ اسکے ذریعہ سے کم سے کم ایک ہزار معلم ایسے رکھے جائیں جو اسلام و احمدیت کی تعلیم کو لوگوں تک پہنچائیں اور ان غلط فہمیوں کو دور کریں۔ جو ہمارے متعلق انکے دلوں میں پائی جاتی ہیں۔ ... ایسا تبھی ہو سکتا ہے جبکہ مالی لحاظ سے وقفِ جدید کو مضبوط بنایا جائے۔ ... پس دوست اس تحریک کو کامیاب بنائیں اور نئے سال کے آغاز سے پہلے پہلے بھی زیادہ ہمت اور جوش کے ساتھ اس میں حصہ لیں۔ (پیغام برموقعہ جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۶۰ء)

ابتداء میں وقفِ جدید انجمن احمدیہ بھارت کا بجٹ چند ہزار روپے پر مشتمل تھا جس میں ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اب سال ۹۱-۱۹۹۰ء کیلئے حضور ایدہ اللہ نے بجٹ آمد وقفِ جدید کے صرف تحاصل خالص کی ۵۰۰ر۳۳ روپے کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

وقفِ جدید کے نظام کا دوسرا پہلو "وقف" سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :-

"وقفِ جدید کے سلسلہ میں یہ بات ضرور کہنی ہے کہ معلمین کی کمی محسوس ہو رہی ہے ... خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک دو سو سے اوپر گاؤں ایسے ہیں جہاں اسلام داخل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہاں اسلام کا نام و نشان نہیں تھا ... یہ بہت عظیم الشان خدمات ہے جو وقفِ جدید نے انجام دی ہے اور دے رہی ہے اس کیلئے صرف روپیہ کافی نہیں بلکہ وقف کی روح رکھنے والے واقفین کی بہت ضرورت ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ر جنوری ۱۹۸۴ء)

اس وقت وقفِ جدید انجمن احمدیہ بھارت کے تحت پچاس سے زائد معلمین تعلیم و تربیت اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں رشد و اصلاح کے کام کو وسعت دینے کیلئے مزید درجنوں معلمین کی فوری ضرورت ہے۔ پس اب جبکہ وقفِ جدید کے وعدوں کا موجودہ سال ختم ہونے میں دو ماہ سے بھی قلیل عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ تمام عہدیداران مخلصین جماعت احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ جہاں وہ اپنے وعدوں میں گرانقدر اضافہ اور ان کی صد فی صد ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دیں وہاں اپنی جماعت کے صحت مند، تعلیم یافتہ، ذہین اور مخلص نوجوانوں کو وقف کی بھی مؤثر رنگ میں تحریک فرمائیں تا وقفِ جدید دور حاضر کے تقاضوں کو بطریقِ احسن پورا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مجاہدین وقفِ جدید کے اموال و نفوس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائے اور انہیں اس راہ میں زیادہ سے زیادہ مقبول قربانی پیش کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظم وقفِ جدید انجمن احمدیہ بھارت

آل شری لنکا احمدیہ سالانہ کانفرنس۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

خدام الاحمدیہ و لجنہ اماء اللہ کے اجتماعات۔ صد سالہ جوبلی ہال کا افتتاح

از مکرم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مورخہ ۱۵ اور ۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء کو نگمبو میں آل شری لنکا احمدیہ سالانہ کانفرنس نہایت شاندار اور کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی۔

تعارف

ہندوستان کے جنوب میں واقع جزیرہ شری لنکا ایک آزاد جمہوری ملک ہے۔ اس کا دارالخلافہ کولمبو اور آبادی ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ کی ہے۔ یہاں کی ملکی زبان سنہالی ہے جبکہ ہندو اور مسلمان تامل بولتے ہیں۔ انگریزی کا بھی عام رواج ہے۔ یہاں ۶۹ فی صد بدھ مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے ۱۵ فی صد ہندو سات فی صد مسلمان اور سات فیصد عیسائی آباد ہیں۔ یہاں کی عام پیداوار چائے۔ ربڑ۔ ناریل ہیں۔ عام طور پر لوگ بہت ملنسار اور خلوص و محبت رکھنے والے ہیں۔ یہاں کی کرنسی ہندوستانی کرنسی کی نصف قیمت کی ہے۔ یعنی ہندوستانی کرنسی ایک صد روپے کے بدلے میں وہاں سنہالی کرنسی دو صد روپے مل جاتے ہیں ہفتہ میں عام تعطیل ہفتہ اور اتوار کے علاوہ ہر ماہ چاند کی چودھویں تاریخ کو بھی عام تعطیل ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ شری بدھ کی پیدائش اور ان پر پہلی وحی نازل ہونے اور ان کی وفات کی تاریخ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔

شری لنکا میں احمدیت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ہی احمدیت کا پیغام چند لٹریچر کی صورت میں اس جزیرہ میں پہنچ گیا تھا اور ۱۹۰۴ء میں جناب M. L. M. عبد العزیز صاحب نے بذریعہ چٹھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی وہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں یہاں سے شائع ہونے والے ایک تامل اخبار مسلم نیشن (MUSLIM NATION) میں ایک مختصر تعارف احمدیہ تحریک کے بارے میں کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ یہ شری لنکا میں احمدیت کے تعارف پر شائع شدہ پہلا مضمون تھا۔

۱۹۱۵ء میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ چند ماہ کے لئے یہاں تشریف لائے اور مختلف مقامات میں لیکچرز دیئے اس کے بعد جلد ہی کولمبو میں ایک مختصر جماعت کا قیام ہوا شدید مخالفت شروع ہوئی۔

۱۹۱۷ء میں محترم عبد المجید صاحب مرحوم کی زیر نگرانی تامل زبان میں THE MESSAGE کے نام سے ایک رسالہ کا اجراء ہوا ۱۹۲۰ء میں جماعت کے لئے بطور دار التبلیغ ایک عمارت خریدی گئی ۱۹۲۱ء میں حضرت سردار عبد الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ چند دن کے لئے یہاں تشریف لائے اور دار التبلیغ میں لیکچرز دیئے۔ اس کے بعد محترم مولوی اے۔ پی ابراہیم صاحب مالاباری بطور مبلغ کے یہاں مقرر ہوئے ۱۹۲۳ء میں کولمبو سے ۲۵ میل دور نگمبو میں ایک جماعت قائم ہوئی اس کے معاً بعد مسجد اور قبرستان وغیرہ کے لئے ایک ایکڑ زمین خریدی گئی جہاں پر اب نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ اسی اثناء میں ۱۹۲۷ء میں ایک ماہ کے لئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب یہاں تشریف لائے اور مختلف مقامات پر نہایت کامیاب لیکچرز دیئے۔

۱۹۳۷ء سے ۱۹۵۱ء تک محترم حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مالاباری بطور مبلغ یہاں کیرالہ سے ہر سال کچھ عرصہ کے لئے تشریف لاتے رہے اور مختلف مقامات پر لیکچر دیتے رہے۔ نیز تامل زبان میں کئی لٹریچر تیار کئے۔

۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۸ء تک یہاں مرکز ربوہ سے محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر بطور مبلغ انچارج مقرر ہوئے آپ کا یہ دور بھی نہایت کامیاب اور شاندار تھا۔ اسی اثناء میں سنہالی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی کا ترجمہ شائع ہوا تھا۔

اسی دوران ایک اور ماہنامہ اسلامیہ سورین (سراج الاسلام) کے نام سے تامل زبان میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں محترم مولانا منیر احمد صاحب کی واپسی کے بعد دو سال کے لئے مکرم مولوی عبد الرحمن صاحب بطور مبلغ انچارج اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۷۵ء کو تین ماہ کے لئے محترم مولانا سعید انصاری صاحب۔ اور ۱۹۸۶ء میں محترم مولانا بشیر احمد صاحب شاد مختصر عرصہ کے لئے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی پر ۱۹۷۸ء کے اوائل میں خاکسار تین ماہ کے ویزا پر یہاں پہنچا۔ اور از سر نو تبلیغ تعلیم و تربیت اور دیگر تنظیمی امور سرانجام دینے لگا ہماری تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں نے شدید مخالفت شروع کی اور ۲۲ اپریل ۱۹۷۸ء کو یوم الجہاد کے نام سے ایک خطرناک سازش انہوں نے جماعت کے خلاف کی جس کو اللہ تعالیٰ نے بُری طرح مسخ کر کے رکھ دیا۔ اسی دوران ایک مخلص نوجوان مکرم رشید احمد صاحب کو شہید کیا اور احمدیوں کے کئی املاک کو نقصان پہنچایا۔

لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہے کہ یہ مخالفت جماعت کی ترقی کے لئے کھاد کا کام دے گئی۔ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو ہر جہت سے کامیابی اور ترقی عطا فرمائی اور مخالفوں کو خدا تعالیٰ نے چُن چُن کر سزا دی۔ مکرم رشید احمد صاحب شہید کے قاتل کو خود اس کے دشمنوں نے جان ہی سے بُری طرح گھائل کیا اور بھاگتے بھاگتے ایک ریل گاڑی سے ٹکرا کر اس کا جسم پاش پاش ہو گیا ایسے عبرت ناک نشان بہت سارے ظاہر ہوئے جس کی داستان بہت لمبی ہے۔

خاکسار کے یہاں پہنچنے سے کچھ عرصہ قبل کولمبو سے ۱۵ میل دور پیانہ میں ایک جماعت قائم ہوئی تھی۔ انہوں نے ناریل کے پتوں سے ایک کچی مسجد بھی تعمیر کی تھی اس کے بعد خاکسار کی تحریک اور کوشش سے ایک پختہ اور خوبصورت مسجد بنائی گئی اب اس کی توسیع کی کوشش کی جا رہی ہے

اسی طرح کولمبو سے ۱۲۰ میل دور پولنارو ے میں بھی ایک جماعت قائم ہے جنہوں نے اپنے لئے بھی ایک مسجد بنا رکھی ہے۔

۱۹۷۸ء سے ہر سال دو یا تین ماہ کے لئے ہم ناچیز کو مدراس سے آکر شری لنکا میں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملتی رہی ہے۔

۱۹۸۳ء میں ماہ اکتوبر کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ یہاں تشریف لائے ہوئے اور مسلسل ایک ہفتہ تک یہاں قیام فرمایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس بابرکت دورے کے بعد سے بفضلہ تعالیٰ جماعت میں بہت مضبوطی اور وسعت پیدا ہوتی رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

یہ بات بھی یہاں قابل ذکر ہے کہ ۲۷ جنوری ۱۹۸۵ء کو مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب شری لنکا تشریف لائے اور آپ کے اعزاز میں مسجد احمدیہ میں ایک عصرانہ دیا گیا تھا۔

۱۹۸۸ء میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خاص ارشاد پر کولمبو کے ایک مرکزی مقام میں ایک عمارت ۱۲ لاکھ سیلون کرنسی میں (۶ لاکھ ہندوستانی روپے) خریدی گئی جس کو اب مسجد کی شکل دی گئی ہے۔ بیت الحمد کے نام سے موسومہ ایک مسجد اب تمام تبلیغی و دیگر سرگرمیوں کا مرکز ہے۔

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق خاکسار مورخہ ۲۵ جولائی ۹۰ء کو مدراس سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر ایک گھنٹہ میں کولمبو میں پہنچا۔ اور دو مہینہ

کے قیام کے بعد ۲۲ ستمبر کو مدراس واپس پہنچا۔ اس عرصہ میں مختلف جماعتوں میں ۱۲ تربیتی اجلاسات ہوئے جن کو خاکسار نے مخاطب کر کے۔ مختلف تربیتی پہلوؤں پر تقریریں کیں

تبادلہ خیالات

خاکسار کے قیام کے دوران ۷ دفعہ مختلف وفود کے ساتھ جو مختلف مولوی صاحبان کے ہمراہ آتے تھے گھنٹوں تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر موقعہ پر غیر احمدی مولوی صاحبان احمدیت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ ان وفود میں طلباء بھی تھے اور تاجر اور اساتذہ بھی تھے۔

خدام الاحمدیہ کا اجتماع

مورخہ ۲۴، ۲۵ اگست کو مجالس خدام الاحمدیہ شری لنکا کا سالانہ اجتماع بیت الحمد کولمبو میں بفضلہ تعالیٰ نہایت کامیابی سے منعقد ہوا۔ اس میں شرکت کے لئے چاروں جماعتوں سے کثیر تعداد میں خدام اور انصار تشریف لائے ہوئے تھے۔

مورخہ ۲۵ اگست کو مختلف کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔ بعد نماز مغرب درس القرآن اور اس کے بعد مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ دوسرے دن صبح ۴ بجے خاکسار نے تہجد کی نماز پڑھائی اس وقت ساری مسجد احباب سے پُر تھی فجر کی نماز کے بعد خاکسار نے قرآن مجید کا درس دیا۔

اس کے بعد ۹ بجے تا ایک بجے خدام الاحمدیہ کے مقابلہ جات برائے قرأت نظم۔ تقریر۔ نماز باترجمہ اور معلومات عامہ منعقد ہوئے۔ ان مقابلوں میں ۹۰ خدام نے شرکت کی شام کے تین بجے تا چھ بجے ایک جلسہ عام خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوا اس میں چار مقررین نے مختلف تربیتی و تبلیغی عناوین پر تقریریں کیں

لجنہ کا اجتماع

مورخہ ۱۵ ستمبر بروز ہفتہ لجنہ اماء اللہ کا سالانہ اجتماع نگمبو میں منعقد ہوا۔ اس میں ساڑھے تین صد سے زائد لجنہ نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر ناصرات کی طرف سے مختلف مقابلے ہوئے۔ لجنہ کی ممبرات نے نہایت پُر از معلومات تقریریں کیں۔

جلسہ سالانہ

مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار مسجد احمدیہ نگمبو کے وسیع و عریض اور نہایت خوبصورت باغیچہ میں جماعت ہائے احمدیہ شری لنکا کا سالانہ جلسہ نہایت شان اور کامیابی سے منعقد ہوا خدام نے جلسہ گاہ کو نہایت خوبصورتی سے مزین کیا تھا۔

احمدیہ صد سالہ جوبلی ہال کا افتتاح۔ میئر کی شرکت

جماعت احمدیہ شری لنکا کے دو قدیم احمدی رسالہ۔ THE MESSAGE اور ISLAMIC SUN کے بانی اور ایڈیٹر محترم عبد المجید صاحب مرحوم کی یادگار کے طور پر مرحوم کے افراد خاندان نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نگمبو مسجد احمدیہ کے باغ میں ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کر کے ایک ہال تعمیر کیا جس کا احمدیہ صد سالہ جوبلی ہال نام تجویز کیا گیا یہ ہال مدرسہ احمدیہ اور دار التبلیغ اور دار المطالعہ کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

اس ہال کا افتتاح نگمبو کارپوریشن کے میئر شری شرت چندرا نے کیا سب سے پہلے خاکسار نے اجتماعی دعا کروائی۔ اس کے بعد میئر نے ہال کا افتتاح کیا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم محمد رفیع الدین صاحب جنرل سیکرٹری نے جماعت کی طرف سے استقبالیہ پیش کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی امن بخش تعلیمات اور امن عالم کے لئے اور قومی یکجہتی کے لئے جماعت احمدیہ کی عالمگیر سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد تقریر کرتے ہوئے میئر صاحب نے جماعت احمدیہ کا اس کار خیر پر خوشنودگی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت یا میونسپلٹی سے کسی قسم کی امداد حاصل کئے بغیر جماعت احمدیہ نے ملک کی بہترین خدمت کی ہے۔

میئر کی تقریر کے بعد مکرم محمد ظفر اللہ صاحب نیشنل صدر نے سلسلہ کے نہایت اہم اور ضروری لٹریچر انگریزی اور سنہالی زبانوں میں میئر صاحب کو پیش کیا۔ اس مختصر تقریب کے بعد جلسہ سالانہ کی اگلی کارروائی محترم نیشنل صدر صاحب کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم محمد توفیق صاحب مکرم منافہ جان صاحب اور مکرم محمد عیسیٰ صاحب نے مختلف عنوانوں پر تقریریں کیں۔

ظہر عصر کی نمازوں کے بعد خاکسار نے ۶ عدد نکاحوں کا اعلان کرتے ہوئے موقعہ کی مناسبت سے خطاب کیا اس کے بعد ۳ بجے دوسری نشست خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد اسی وقت بذریعہ FAX موصولہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام خاکسار نے سنایا۔

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس بات کی خوشی ہوئی کہ آپ سالانہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں شامل ہونے والوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ الحمد للہ کہ نہایت خطرناک حالات میں اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے ہوئے ہے اور جماعت کے بدترین معاندین کو ایک ایک کر کے خدا تعالیٰ کی تقدیر پکڑ رہی ہے اس میں جماعت کے لئے عبرت بھی ہے اور یہ پیغام بھی کہ پہلے سے بڑھ کر انہماک اور خلوص کے ساتھ غیروں تک پیغام پہنچایا جائے اور ان کو خدا کی عقوبت سے ڈرایا جائے میں امید رکھتا ہوں کہ یہ جلسہ انشاء اللہ بہت کامیاب رہے گا۔ اور خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرما دے گا کہ آئندہ آپ کی جماعت کے لئے ایک مستقل مبلغ وہاں مہیا کیا جائے گا۔

موجودہ حالات میں ہر ممکن کوشش کریں کہ آپ کے فعل سے کسی کو کوئی شکایت اور تکلیف نہ پہنچے۔ ہر قسم کی پارٹی بازیوں سے دامن بچا کر آگے چلیں۔ میری طرف سے سب کو بہت بہت محبت بھرا اسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

پیغام سنائے جانے کے بعد مکرم بشیر الدین صاحب مکرم شاہ جہاں صاحب مکرم مشتاق احمد صاحب مکرم ناصر احمد صاحب مکرم محمد ظفر اللہ صاحب اور خاکسار نے مختلف تبلیغی عنوانوں پر تقریریں کیں یہ تقاریر لاؤڈ سپیکر کی مدد سے بہت سارے غیر احمدی دور بیٹھ کر سنتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں حق و صداقت قبول کرنے کی توفیق دے آمین۔

اجتماعی دعا کے بعد یہ بابرکت جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ پچھلے سالوں کی نسبت امسال احباب و مستورات کی حاضری بہت زیادہ تھی تینوں وقت کھانے کا بھی نہایت عمدہ انتظام تھا۔

یوم تبلیغ

مورخہ ۹ ستمبر کو 29 خدام پر مشتمل ایک وفد دو VANS میں نگمبو تا کینڈی روڈ پر ملحق افغانستان گاؤں میں جہاں کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے تقسیم لٹریچر کرتے رہے۔ اس لٹریچر میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا صد سالہ پیغام کثیر تعداد میں تھا۔ اس کے علاوہ جمعیۃ العلماء شری لنکا کے جنرل سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ کے خلاف کئے گئے اعتراضات کے جواب پر مشتمل خاکسار کے تیار کردہ دو کتابچے بھی اور ختم نبوت کی حقیقت۔ نزول مسیح اور مہدی وغیرہ FOLDERS بھی کثیر تعداد میں تقسیم ہوئے۔ بعض جگہوں پر مخالفت بھی ہوئی۔ کچھ لٹریچر پھاڑ بھی ڈالے۔ لیکن ہمارے خدام نہایت صبر و تحمل اور پیار و محبت سے مخالفانہ باتوں کا جواب دیتے رہے اس وفد میں خاکسار اور مکرم محمد ظفر اللہ صاحب نیشنل صدر صاحب بھی موجود تھے۔

پناہ گزینوں کی امداد

شری لنکا میں ۱۹۸۳ء سے خانہ جنگی چلی آ رہی ہے جس میں پچھلے ۷ ۱/۲ سال سے بہت شدت اختیار کی گئی ہے اس ۷ ۱/۲ سال کے عرصہ میں ڈیڑھ ہزار کے قریب فوجی سپاہی اور آٹھ ہزار سے زائد عوام مارے گئے تھے۔ لاکھوں افراد پناہ گزین ہو کر مختلف کیمپوں میں ہیں۔ شری لنکا سے ہندوستان میں ایک لاکھ دس ہزار سے زائد پناہ گزین آئے ہوئے ہیں۔

حال ہی میں شری لنکا کے مسلمانوں کے خلاف بھی انتہا پسندوں کی طرف سے شدید ظلم و ستم کئے جا رہے ہیں۔

سینکڑوں مُسلمان مارے گئے۔ آٹھ مساجد شہید کی گئیں۔

ماہِ اگست میں ایک مُسلم گاؤں تاتارہ گوڑی کی ایک مسجد میں مُسلمان عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے۔ تو ان پر انتہا پسندوں نے اندھا دُھند گولی چلادی۔ اسی قسم کا ایک اَور واقعہ ایک اَور گاؤں امپارے میں بھی ہُوا۔ دونوں واقعات میں اڑھائی صد کے قریب مُسلمان یوں ہی مارے گئے۔

ان انتہا پسندوں کے مسلسل ظلم وستم سے تنگ آکر ہزاروں مُسلمان اپنے اپنے گاؤں چھوڑ کر محفوظ جگہوں پر پناہ گزیں ہوتے رہے ہیں۔

کولمبو شہر سے ڈیڑھ سو میل دُور جماعتِ احمدیہ پولہ ناروے سے اطلاع ملی کہ ہماری مسجد کے اردگرد ۳۰ کے قریب مُسلمان خاندان نہایت کس مپرسی کی حالت میں درختوں کے نیچے یا مختلف گھروں اور دکانوں کے تھڑوں میں رہ رہے ہیں۔ ان کے پاس سوائے تن کے کپڑوں کے اور کوئی چیز نہیں۔

یہ اطلاع ملنے پر خاکسار کی تحریک کو قبول کرتے ہوئے کولمبو اور نگمبو کی جماعتوں کے احباب ومستورات نے اپنے مستعملہ وغیر مستعملہ پارچات اور خورد ونوش کی اشیاء ان پناہ گزینوں کی مدد کیلئے دیں۔ ہمارے مخلص بھائیوں اور بہنوں نے نہایت کھلے دِل اور خلوص کے ساتھ ان غرباء اور نہتوں کی امداد کی۔ چنانچہ مورخہ ۱۷ستمبر کو نگمبو سے خاکسار اور مکرم نیشنل صدر صاحب دس خُدام کو لے کر پولہ ناروے گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ بہت ساری عورتیں اور بچے نہایت پریشان حال ہیں۔ مسجد کے گرد مختلف جگہوں پر عارضی ٹھکانہ لگا کر بیٹھے ہیں۔

ہم نے کُل ۲۸۰ کے قریب عورتوں مردوں اور بچوں کو اُن کے مناسبِ حال کپڑے DRY FOOD۔ صابن۔ منجن۔ شکر۔ چائے کی پتی۔ دُودھ پاؤڈر۔ اور اس قسم کی ضروری اشیاء تقسیم کیں۔

یہ لوگ جب جمع ہُوئے تو خاکسار اور مکرم محمد ظفر اللہ صاحب نے ان کو مخاطب کرکے انہیں تسلّی دی۔ اور نہایت پیار ومحبت کے ساتھ احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ اور لٹریچر دیا۔ یہ امدادی چیزیں پاکر وہ لوگ بہت خوش ہو رہے تھے۔ اور آنسو بہاکر جماعت کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

الوداعی تقریبات وشکریہ

چونکہ مورخہ ۲۴ستمبر کو خاکسار کی مدراس کو روانگی تھی اِس وجہ سے جماعتِ احمدیہ کولمبو نے مورخہ ۲۰ رکو نگمبو نے ۲۳ستمبر کو الوداعی تقاریب منعقد کیں۔ اور اس دو مہینے کی خدمات کو سراہتے ہوئے تقریریں کیں۔ خاکسار بھی محترم نیشنل صدر صاحب اور جماعت ہائے شری لنکا اور خاص کر خُدام کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے خاکسار کے ساتھ دو مہینے مسلسل نہایت خلوصِ دل کے ساتھ خدماتِ سلسلہ میں بھرپور تعاون دیا تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے ایمان واخلاص میں برکت دے۔ اور زیادہ سے زیادہ مقبول اور نمایاں خدمات بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمین ؛

اظہارِ معذرت

ہفت روزہ "بدر" کے شمارہ ۱۱ راکتوبر ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۱۳ پر مسٹر آئی این آدم سن (I AIN ADAMSON) کی کتاب "A MAN OF GOD" کے ایک باب کا ترجمہ شائع ہُوا ہے جس میں کتاب کے مصنف کا نام اور کتاب کا نام غلط درج ہُوا ہے۔ اور اس میں بعض اَور اغلاط بھی ہیں ـــــ یہ کتاب جماعتِ احمدیہ کی طرف سے شائع نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ ایک انگریز پبلشر ـــــ GEORGE SHEFFERDS نے شائع کی ہے۔ اور اس کے مصنف ایک انگریز غیر مُسلم ہیں۔ لہٰذا بغیر پبلشر کی اجازت کے اس کا ترجمہ شائع کرنا خلافِ قانون بات اور غیر اخلاقی امر ہے۔ اِن اغلاط اور ان باتوں کا اعتراف کرتے ہُوئے خاکسار کتاب کے مصنف، پبلشر اور قارئینِ بدر سے معذرت خواہ ہے۔ (ایڈیٹر)

خصُوصی درخواستِ دُعا

اِن دنوں آسام میں جماعتِ احمدیہ کی سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ عُلماء لاجواب ہوکر جبر وتشدّد پر اُتر آئے ہیں۔ درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے ہدایت کے سامان ظاہر فرمائے۔ آمین۔

خاکسار:۔ سیّد قیام الدین برق مُبلّغِ سلسلہ آسام

درخواستِ دُعا

ابھی ابھی عزیزم مولوی عبدالقدوس صاحب کا جے پُور سے خط آیا ہے۔ اپنی اور اپنی اہلیہ کی بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہاں کے حالات نہایت سنگین ہیں۔ ہر شر سے محفوظ رہنے کے لئے اور شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔ ان کی طرف سے پچیس روپے بطورِ صدقہ ادا کر دیا ہے۔

خاکسار:۔ محمد ابراہیم درویش قادیان

ضروری اِعلان بابت جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ کا رُوحانی اجتماع جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے جس کی تیاریاں شروع ہوچکی ہیں۔ جو احباب اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے آتے ہیں وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مہمانان ہیں جن کی مہمان نوازی اور اُن کے آرام کا خیال رکھنا مرکز کا فریضہ ہے۔ جہاں ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُور دراز سے آنے والے مہمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے وہاں حضور ایّدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصُوصی ہدایات کے مطابق طعام و قیام کے انتظامات کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اِنہیں اغراض کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے چندہ جلسہ سالانہ کی مستقل تحریک فرمائی۔ اور اِسے لازمی چندوں کا ایک حصّہ قرار دیا ہے۔

احبابِ جماعت اِس لازمی چندے کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں فرمارہے ہیں۔ چندہ جلسہ سالانہ ماہِ دسمبر تک وصول ہوکر داخلِ خزانہ ہوجانا چاہیئے تاکہ بروقت اخراجات میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اِس وقت بے شمار جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے چندہ جلسہ سالانہ برائے نام موصُول ہُوا ہے۔ اس لئے میں تمام احبابِ جماعت اور عہدیدارانِ جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ **۱۵ دسمبر تک** زیادہ سے زیادہ چندہ جلسہ سالانہ وصول کرکے مرکز بھجوائیں۔

مجلسِ مشاورت ۱۹۴۳ء کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے چندہ جلسہ سالانہ کو ایک مستقل کام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:۔

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمہٴ اسلام پر بُنیاد ہے۔ اِس سلسلہ کی بُنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔

پس چندہ جلسہ سالانہ کو الگ رکھا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اِس زور دینے کی وجہ سے کہ ہمارا جلسہ سالانہ دُوسرے لوگوں کے جلسوں کی طرح نہیں، مومنوں کا اِس چندہ میں حصّہ لینا اُن کے ایمانوں کو ہمیشہ تازہ کرنے کا موجب بنتا رہے گا۔

ناظر بیت المال آمد۔ قادیان

احبابِ جماعت کی آگاہی کیلئے ایک ضروری اِعلان

حضور انور ایّدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ ارشاد کی روشنی میں تمام احبابِ جماعت کو بذریعہ اعلان آگاہ کیا جاتا ہے کہ قادیان کے اندر یا قُرب وجوار میں مکان یا پلاٹ خریدنے سے قبل اس کی اجازت ومنظوری صدر انجمن احمدیہ قادیان سے حاصل کرنی ضروری ہوگی۔

ناظر جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان

اعلانِ دُعا

مکرم ومحترم حسن محمد خان صاحب کینیڈا سے مبلغ دوصد ترانوے (۲۹۳) روپے بذریعہ چیک بطور اعانتِ بدر ماہ فنڈ میں اپنی صاحبزادی عزیزہ یاسمین خان کی جانب سے بھجواتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ گرنے کی وجہ سے موصوفہ کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے موصوفہ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

تبدیلئ ایڈریس مکرم مولوی محمد عُمر صاحب مُبلّغِ سلسلہ

احبابِ جماعت کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم مولوی محمد عُمر صاحب انچارج مُبلّغ مدراس کا تبادلہ کالیکٹ کردیا گیا ہے۔ لہٰذا احباب اب مکرم موصوف سے درجِ ذیل پتہ پر خط وکتابت کریں:۔

MOHAMMAD UMAR H.A.
I/C. AHMADIYYA MUSLIM MISSION
G.H. ROAD. CALICUT - 673001. (KERALA)

(ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان)

گوبند پورہ (آسام) میں کامیاب محفلِ مذاکرہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آسام میں سخت مخالفت کے باوجود تبلیغِ حق کا کوئی نہ کوئی موقعہ پیدا ہوتا ہی رہتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے نوجوان مکرم عبدالاوّل صاحب بی۔ اے۔ نے قبیلہ گوبند پورہ کے لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے ایک مجلس مذاکرہ کا انتظام فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے مبلغ آسام مکرم مولوی سید قیام الدین صاحب برق اور اہلِ سنت والجماعت کہلانے والوں کے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل، ستمبر کے اوائل میں گوبند پورہ ہائی سکول کے احاطہ میں پہنچ گئے۔ مکرم مقدم صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیرِ صدارت کارروائی شروع ہوئی۔ تمام اساتذہ کرام کے علاوہ معقول حاضری تھی۔

سب سے پہلے احمدی مبلغ نے جماعت کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کے عنوان پر تقریر کی۔ جسے حاضرین نے بڑی توجہ سے سماعت فرمایا۔ اور بعض اہلِ فہم تو یوں اُٹھے کہ آپ جو کچھ جماعت کے بارے میں بول رہے ہیں یہی تو آئینہ اسلام ہے۔ پھر آپ کو نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ اس کا جواب مبلغ صاحب دینے ہی والے تھے کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے جماعت احمدیہ کے کردار پر ناسمجھی سے بعض سوالات کر دیئے۔ جن کا نہایت زوردار انداز میں برق صاحب نے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی روشنی میں جواب دیا تو غیر احمدی عالم گھبرا گئے۔ اور اُن کو مزید اعتراضات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ صدرِ اجلاس نے صرف اس قدر کہا کہ اب ہم کسی اور بڑے عالم کو لا کر پھر کبھی اسی جگہ مجلسِ مذاکرہ کا انعقاد کریں گے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی لوگ جو پہلے مخالف تھے وہ جماعت کے احباب سے پیار اور محبت سے پیش آنے لگے۔ اور ان علماءِ سُوء سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ الحمدُ للہ کہ اس مجلسِ مذاکرہ میں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

خاکسار: حضرت علی احمد

تصحیح

۲۵ر اخاء (اکتوبر) کے بدر میں صفحہ ۲ پر حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے بارے میں تازہ اطلاع ۲ر اکتوبر سہواً لکھی گئی ہے۔ اصل تاریخ ۲۸ر ستمبر ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔

(ایڈیٹر)

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرّحیم

جیولرز

پروپرائیٹر

سید شوکت علی اینڈ سنز

(پتہ)

خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی فون: ۶۲۹۹۲۳

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

پیشکش

بانی پبلیشرز۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۱۶

ٹیلیفون نمبرز: ۵۲۰۶ - ۴۷ - ۷۰۲۸ - ۴۳

YUBA

QUALITY FOOT WEAR

آٹو ٹریڈرز

۱۶ مینگو لین۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

AUTOTRADERS,

16-MANGOE LANE

CALCUTTA - 700001.

"AUTOCENTRE" تار کا پتہ

ہر قسم کی گاڑیوں، پٹرول اور ڈیزل کار۔ ٹرک۔ بس۔ جیپ اور ماروتی کے اصلی پُرزہ جات اکے لئے ہماری خدمات حاصل کریں!

ٹیلیفون نمبرز: 28-5222 اور 28-1652

"ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔"

(کشتی نوح)

NIR ®

CALCUTTA-15.

پیش کرتے ہیں:-

آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ہوائی چپل، نیز ربڑ، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!